سلسلۂ اشاعت
امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۵۸

خطبات کربلا

دوسرا ایڈیشن

آیۃ اللہ العظمیٰ
سید العلماء مولانا سید علی نقی النقوی
طاب ثراہ

قیمت [illegible]

MAAB 1431
maablib.org

تعارف

"خطبات کربلا" ایک خالص علمی و تحقیقاتی مقالہ ہے جو سید العلماء طاب ثراہ کے کاوش قلم کا نتیجہ ہے۔

پہلا ایڈیشن کئی سال پہلے ہی ختم ہو چکا تھا اور قدر شناسوں کے بار بار مطالبوں پر اب اسکو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

امید ہے کہ قارئین زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک اس رسالے کو پہونچا کر تبلیغ حسینیت میں مدد دیں گے۔

عابد طباطبائی
سکریٹری
امامیہ مشن۔ چوک لکھنؤ

mablib.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ

خطبات کربلا

خَطَابَہ اور خُطبہ

منبر وغیرہ پر یا کھڑے ہوکر نثر میں جو کلام بغیر کسی خاص مخاطب کو پیش نظر رکھے ہوئے کیا جائے اُسے عربی زبان میں خطبہ کہتے ہیں۔ غالباً ہماری اُردو زبان میں تقریر کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اس کلام کے کرنے کو عربی میں "خطابت" کہتے ہیں جو بفتح خا رہے۔ عام طور پر لوگ کسرہ کے ساتھ بولتے ہیں مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ خطبہ کی لفظ کبھی اس مفہوم مصدری کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ ورنہ ہے وہ حاصل مصدر یعنی اس فعل کے انجام دینے سے جو شے عالم وجود میں آئی وہ خطبہ ہے اور اُس شخص کو جو یہ کام اچھی طرح انجام دیتا ہو "خطیب" کہتے ہیں (قاموس اللغۃ)

عرب اور فن خطابت

خطابت کے ضروری اجزا ہیں بلاغت اور قوت خیال اور عرب میں یہ دونوں

عنصر جس کمال کے ساتھ تھے وہ اُن کی شاعری سے ظاہر ہی ہے بلکہ اُن کا قومی نام عرب خود ہی اُن کی قوت تکلم کا ترجمان ہے۔ پھر شاعری میں بلاغت کا طریق عمل بعض اوقات رقیق جذبات کے اظہار کی طرف مائل ہو جاتا ہے جن میں انفرادی تاثرات یا بعض نقادوں کی زبان میں محض داخلیت ہوتی ہے مگر خطابت کا تعلق ایک جماعت کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے اُس میں بلند آہنگی اور اقدام پسندی اور تاثیر کا عنصر زیادہ کارفرما ہوتا ہے اس لیے وہ قومیں خطابت میں پیچھے ہوتی ہیں جنہیں اقدام کے مواقع نصیب نہیں ہوتے اور جذبات میں تحریک کا کوئی تقاضا نہیں ہوتا لیکن عرب قوم میں اُن کے ماحول اور آب و ہوا کی تاثیر نے آزادی، بلند ہمتی اور شدت احساس کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اس لیے بلاغت اُن کے نفوس میں ایک عجیب برقی رَو پیدا کرتی تھی چند مختصر جملے جو خرائط بلاغت کے ساتھ کسی خطیب کی زبان سے نکل جاتے تھے ایک بڑی سے بڑی جماعت کو اٹھا دیتے اور بٹھا دیتے تھے پھر اُن میں جو باہمی نزاعیں اور خانہ جنگیاں ہوتی رہتی تھیں اور جو قبائلی تصادم ہوتے تھے اُن میں خطابت کے استعمال کے مواقع زیادہ سے زیادہ ملتے تھے یہ خطبے اکثر موقع و محل کے تقاضا سے کمانوں کو زمین پر ٹیک کر اور نیزوں یا تلواروں سے اشارے کر کر کے پڑھے جاتے تھے اور کبھی خطیب اپنے مرکب پر سوار ہو کر تقریر کرتا تھا (البیان والتبیین جاحظ ج ۱ ص ۱۲۹ و ج ۲ ص ۲۲)

چونکہ شاعری اور خطابت کے بہت سے اہم عناصر مشترک ہیں

اس لیے زیادہ تر شعرا خطیب اور زیادہ تر خطبا شاعر ہوتے تھے اور جس قبیلہ میں شاعر اچھے ہوتے تھے اُس میں خطیب بھی اچھے پیدا ہوتے تھے پھر بھی شاعری اور خطابت میں باعتبار جاہلیت و اسلام فرق نظر آتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں شاعری خطابت پر مقدم تھی اس لئے کہ خطابت کا تعلق اجتماعی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے اور جاہلیت میں تمدنی دائرے عرب کے بہت محدود تھے لیکن اسلام میں خطیب کا درجہ شاعر سے مقدم ہو گیا (تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جرجی زیدان مسیحی جلد ا ص ۱۶۴ - ۱۹۵)

بات یہ ہے کہ اسلام نے شخصی عیش کو اجتماعیت کے دریا میں فنا ہو جانے کی عشرت میں تبدیل کر دیا تھا اس لئے یہاں وعظ و ارشاد تحریک جہاد، تنظیم اعمال، انہی چیزوں کا دور دورہ تھا اور یہ کوئی بات بغیر خطابت کے نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے پیغمبر اسلامؐ جبکہ قدرت کی جانب سے شاعری سے اس درجہ الگ رکھے گئے کہ اعلان ہو گیا۔ وما علمناہ الشعر پھر بھی خطابت میں آپ کا مقام نہایت بلند ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اگرچہ کبھی رجز وغیرہ کے موقع پر اشعار نظم فرمائے مگر آپ کے کلام کا کوئی مستند مجموعہ تک راویان اخبار اور علمائے سلف کا جمع کیا ہوا ہمارے ہاتھ میں موجود نہیں ہے مگر خطبے آپ کے اس وقت تک وہ ہیں جو تواریخ کے صفحات پر زریں حروف میں الگ نمایاں ہیں اور نہج البلاغہ اور دستور معالم الحکم وغیرہ مستقل کتابوں کی شکل میں علیحدہ موجود ہیں اور ایک دنیا سے خراج عقیدت حاصل کرتے ہیں۔

محرکاتِ خطابت کے لحاظ سے کربلا کے موقع کی اہمیت

۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو واقع ہونے والا واقعۂ کربلا جس کے سلسلہ کی قریبی
کڑیاں رجب سنہ ۶۰ھ سے شروع ہوگئی تھیں اس میں جتنے خطابت کے محرکات
جمع تھے اتنے دنیا کی تاریخ میں کہیں مشکل سے نظر آسکتے ہیں۔

یہ ایک عظیم الشان حق و باطل کا مقابلہ تھا۔ مادیت و روحانیت کا لافانی
تصادم تھا۔ ایک انتہائی قلیل التعداد جماعت کے عزم و ہمت، ولولہ و امنگ
کے اس مظاہرہ کا ہنگام تھا جو اپنے سے بدرجہا زیادہ کثرت اور
مشکلات و مصائب کے سیلاب کے مقابلہ میں پر استقلال اور باعمل
رکھ سکے اور حق سے بے خبر یا تعصب برتنے والے دشمن گروہ کے سامنے
اظہارِ حقیقت و اتمامِ حجت کی وہ کوشش تھی جو اس کی غلط کرداری میں
معذرت یا تاویل کا کوئی پہلو باقی نہ رکھے اور قیامت تک آنے والی
نسلوں کے سامنے اس غیر متوازن مقابلہ کے اسباب کو پیش کر دینا تھا جو
آیندہ تاریخ کے لیے حق شناسی اور معاملہ فہمی کا سرمایہ بن سکیں۔ یہ تمام
مقاصد خطبوں ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتے تھے اور اس لیے کربلا سے
متعلق خطبوں کو صرف ادبی حیثیت سے اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ فلسفہ

شہادت حسینؑ کے سمجھانے میں بھی اُن کا بڑا دخل ہے۔

واقعہ کربلا کے تمہیدی واقعات سے متعلق سب سے پہلا خطبہ

جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت امام حسینؑ نے مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت کوئی خطبہ ارشاد نہیں فرمایا اور نہ اس کا موقع تھا، اسی طرح مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد بھی کوئی خطبہ حضرت کا نہیں ملتا اس لیے کہ آپ کی حیثیت مکہ معظمہ کے قیام میں صرف ایک پناہ گزین کی تھی حکومت یزید کے خلاف کسی تنظیم یا تحریک کی مہم آپ کے سامنے نہ تھی۔ ہاں آپ کے مکہ معظمہ میں قیام کی اطلاع جب کوفہ میں ہوئی تو اہل کوفہ میں حرکت پیدا ہوئی اور سلیمان بن صرد خزاعی[۱] کے مکان پر اجتماع ہوا اس موقع پر جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کے الفاظ یہ ہیں۔

وبلغ اهل الكوفة هلاك معاوية فارجفوا بيزيد وعرفوا خبر الحسينؑ وامتناعه	اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کا حال معلوم ہوا تو یزید کے افعال و اعمال کا چرچا ہونے لگا اور امام حسینؑ اور آپ کے

---

[۱] سلیمان اصحاب رسولؐ میں سے تھے، پھر امیر المومنینؑ کے ساتھ جمل و صفین وغیرہ میں شریک جہاد رہے۔

من بیعته وه انکاره من امرا بن الزبیر فی ذلک دخروجهما الی مکة فاجتمعت الشیعة بالکوفة فی منزل سلیمان بن صرد الخزاعی فذکرو اهلاک معاویة فحمدوا اللہ واثنوا علیه فقال سلیمان بن صرد ان معاویة قد هلک وان حسینا قد تقبض علی القوم ببیعته وقد خرج الی مکة وانتم شیعته وشیعة ابیه فان کنتم تعلمون انکم ناصروه ومجاهدو عدوه فاکتبوا الیه وان خفتم الفشل[۲] والوهن

بیعت یزید سے انکار اور ابن زبیر کے واقعات اور ان دونوں کے مکہ کی طرف جانے کے حالات بھی معلوم ہوئے تو کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے اور ان لوگوں نے معاویہ کی ہلاکت کا ذکر کیا اور شکر خدا ادا کیا ———

——— اس موقع پر سلیمان بن صرد خزاعی نے کہا کہ معاویہ کی ہلاکت ہو گئی اور حضرت امام حسینؑ نے بیعت سے انکار کیا ہے اور مکہ معظمہ چلے گئے ہیں اور تم لوگ اُن کے اور اُن کے پدر بزرگوار کے شیعہ ہو اب اگر تم یقین کے ساتھ سمجھتے ہو کہ اُن کی مدد کرو گے اور اُن کے دشمنوں سے جنگ کرو گے تو انھیں خط لکھو اور اگر سستی اور

---

[۱] طبری نے اس خطبہ کو اس سند سے نقل کیا ہے کہ :۔

قال ابو مخنف فحدثنی الحجاج بن علی عن محمد بن بشر الهمدانی انه قال اجتمعت الشیعة فی منزل سلیمان بن صرد فذکرنا هلاک معاویة فحمدنا اللہ علیه فقال لنا سلیمان ان معاویة قد هلک الخ

[۲] طبری میں ہے، وان خفتم الوهن والفشل فلا تغروا الرجل من نفسه

فلا تغرروا الرّجل فی نفسہ قالوا لا بل نقاتل عدوہ ونقتل انفسنا دونہ قال فاکتبوا الیہ فکتبوا الیہ۔

کمزوری کا اندیشہ محسوس کرد تو دیکھو خبردار دھوکا دے کر اُن کی جان کو خطرہ میں نہ ڈالو سب نے کہا نہیں بلکہ ہم اُن کے دشمن سے جنگ کریں گے اور اُن کے سامنے اپنی جان نثار کریں گے۔ کہا تو پھر خط لکھو چنانچہ خط لکھا گیا۔

سیاق کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مجمع میں سلیمان سے پہلے کچھ اور مقررین نے اظہار خیالات کیا تھا اور اس کے بعد سلیمان نے یہ دوراندیشی کی تقریر کی تھی مگر افسوس ہے کہ پہلے مقررین کے اسماء اور اُن کے خطبے ہم تک نہیں پہونچ سکے۔ اس لئے ہم جہاں تک ہمارے دسترس کا تعلق ہے سلیمان ہی کے الفاظ کو اس سلسلہ کا پہلا خطبہ قرار دے رہے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ سلیمان کا پورا خطبہ نہیں بلکہ اس کا ایک خلاصہ ہے جو ہم تک پہونچ سکا ہے۔

عابس شاکری کی تقریر

جب حضرت سید الشہداؑ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو اپنا نائب بنا کر کوفہ روانہ کیا اور وہ کوفہ پہونچے، اس موقع کے حالات میں طبری نے لکھا ہے:۔

اقبل مسلم حتی دخل الکوفۃ
فنزل دار المختار بن
ابی عبیدۃ وھی التی تدعی
الیوم بدار مسلم بن المسیب
واقبلت الشیعۃ تختلف الیہ
فلما اجتمعت علیہ جماعۃ
منھم قرأ علیھم کتاب حسین
فاخذوا یبکون فقام عابس
بن ابی شبیب الشاکری فحمد
اللہ واثنی علیہ ثم قال اما
بعد فانی لا اخبرک عن الناس
ولا اعلم ما فی انفسھم ولا
اغرک منھم واللہ احدثک
عما انا موطن نفسی علیہ
واللہ لاجیبنکم اذا دعوتم
ولاقاتلن معکم عدوکم و
لاضربن بسیفی دونکم
القی اللہ لا ارید بذلک الا
ما عند اللہ۔

مسلم نے کوفہ میں پہونچکر مختار بن ابی عبید[ہ]
کے مکان میں جو آج کل خانۂ مسلم بن مسیب
کے نام سے مشہور ہے قیام کیا اور شیع[ہ]
لوگ ان کے پاس آنے جانے لگے جب
ایک کافی جماعت اُن کے پاس جمع ہو گئی
تو اُنھوں نے اُن کے سامنے حضرت امام
حسینؑ کا خط پڑھکر سنایا، سب لوگ
رونے لگے، اس وقت عابس بن ابی
شبیب شاکری کھڑے ہوکر انھوں نے
حمد و ثنائے الٰہی ادا کی۔ پھر کہا صا[ف]
بات یہ ہے کہ میں آپ کو ان لوگوں کے
متعلق کچھ بتانا نہیں چاہتا اور نہیں سمجھ
سکتا کہ ان کے دلوں میں کیا ہے اور
اُنکے متعلق آپکو دھوکا دینا پسند نہیں کرتا
بلکہ جو کچھ میں نے اپنے دل میں ٹھان رکھا ہے وہ
آپکو بتاتا ہوں کہ جب آپ لوگ بلائینگے تو میں
لبیک کہونگا اور آپکے ساتھ آپکے دشمنوں سے جنگ کر[وں گا]
اور آپ حضرات کے سامنے اپنی تلوار سے آخر دم تک حرب و ضر[ب]
کرونگا جس سے میری نیت صرف اللہ کی خوشنودی کی ہے
اور کچھ نہیں۔

اگرچہ ان الفاظ سے مخاطب بظاہر جناب مسلم کی طرف ہے۔ اس لحاظ سے اُسے خطابت نہیں بلکہ مکالمات میں داخل ہونا چاہیئے مگر اُس کے پیش ہونے کا انداز، کھڑا ہونا، حمد و ثنا ادا کرنا اور پھر اس کا پس منظر اور مضمون یہ بتاتا ہے کہ اُس میں اس مناسبت سے کہ جناب مسلم نے حضرت امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا تھا اگرچہ مخاطب جناب مسلم ہیں مگر مقصود اُس سے تمام مجمع کو متاثر کرنا اور ایک طرف اُن کے خالی خولی گریہ و بکا کی بے وقعتی ظاہر کرنا اور دوسری طرف اپنے عزم و ارادہ کی اطلاع دے کر انہیں اپنے اپنے دل کی گہرائیوں میں جائزہ لینے کی طرف متوجہ کرنا مطلوب ہے اور اس لیے اُن کے الفاظ کو ایک خطبہ ہی کی حیثیت دینا درست معلوم ہوتا ہے۔

حبیب بن مظاہر کی تقریر

اسی جلسہ میں عابس بن ابی شبیب شاکری کے بعد طبری کا بیان ہے:۔

فقام حبیب بن مظاهر الفقعسی فقال رحمك الله فقد قضیت ما فی نفسك بواجز من قولك ثم قال و انا والله الذی لا اله الا هو علی مثل ما هذا علیه۔

حبیب بن مظاہر کھڑے ہوئے ... اور کہا خدا کی رحمت تم پر، تم نے اپنے دل کی بات بڑے مختصر الفاظ میں ادا کر دی۔ پھر کہا میں بھی قسم اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، یہی ارادہ رکھتا ہوں جو ان کا ارادہ ہے

سعید بن عبد اللہ حنفی کی تقریر

حبیب بن مظاہر کی تقریر کے بعد طبری نے لکھا ہے :۔

ثم قال الحنفی مثل ذالک

"پھر (سعید بن عبد اللہ) حنفی نے ایسا ہی کہا"

"ایسا ہی" کے معنی وہی الفاظ تو نہیں سمجھنا چاہئیں بلکہ ایسی تقریر جس کا مضمون وہی تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے اصل الفاظ ہم تک نہیں پہونچ سکے کہ وہ کیا تھے۔

یہ تینوں تقریریں جس سچائی کے ساتھ ہوئی تھیں اُس پر کربلا میں ان بہادروں کے خون سے مہر تصدیق ثبت ہو گئی۔

دربار دشمن میں ایک مختصر مگر معرکہ آرا خطبہ

یہ خطبہ ہی نہیں بلکہ ایک جرأت آمیز اقدام تھا جس کے خطیب نے انتہائی نازک اور ہیبتناک ماحول میں اپنے اس خطبہ سے جہاد حسینی میں وہ امکانی شرکت کی ہے جو تاریخ میں یادگار حیثیت رکھتی ہے۔

یہ خطیب قیس بن مسہر صیداوی ہیں جنہیں حضرت امام حسینؑ نے مکہ معظمہ سے عراق کی طرف روانگی کے بعد بطن الرمہ کے مقام حاجر سے اہل کوفہ کے نام خط دے کر بھیجا تھا۔ وہاں صورت حال یہ تھی کہ مسلم بن عقیل شہید ہو چکے

تھے اور ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کی ناکہ بندی ہو گئی تھی اور اسی ذیل میں قادسیہ کے ناکے پر حصین بن تمیم ہزاروں کا لشکر لیے ہوئے تعینات تھا۔

شیخ مفید لکھتے ہیں اور طبری کی روایت بھی اس سے متفق ہے:-

فاقبل قیس بن مسهر الی الکوفة بکتاب الحسین حتی اذا انتهی الی القادسیة لخذه الحصین بن نمیر فبعث به الی عبید الله ابن زیاد فقال له عبید الله ابن زیاد اصعد[1] فسب الحسین ابن علی فصعد قیس فحمد الله[2] واثنی علیه ثم قال ایها الناس ان هذا الحسین ابن علی خیر خلق الله ابن فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وآله وانا رسوله الیکم فاجیبوه ثم لعن عبید الله بن زیاد واباه واستغفر لعلی بن ابی طالب واثنی علیه فامر به عبید الله ان یرمی به

قیس بن مسہر امام حسینؑ کا خط لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب قادسیہ پہونچے تو حصین بن نمیر نے انھیں گرفتار کر لیا اور انھیں عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیجدیا۔ ابن زیاد نے اُن سے کہا کہ چڑھو اور حسین بن علیؑ کو برا کہو۔ یہ سُن کر قیس چڑھے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ اے لوگو تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ حسین بن علیؑ خلق خدا میں سب سے بہتر، فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ کے فرزند ہیں اور میں اُن کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا ہوا آیا ہوں تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کے لیے روانہ ہو جاؤ، اس کے بعد انھوں نے ابن زیاد اور اُس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت علی بن ابی طالبؑ پر درود بھیجا اور آپ کی توصیف و ثنا

---

[1] طبری کی روایت میں اصعد القصر ہے [2] طبری کی روایت میں حمد و ثنائے الٰہی کا ذکر نہیں ہے

بمن فوق القصر فتحطم فتقطع
وروي انه وقع على الارض
مكتوفا فتكسرت عظامه و
بقي به رمق فجاء رجل يقال
له عبد الملك بن عمير اللخمي
فذبحه فقيل في ذلك وعيب
عليه فقال اردت ان اريحه

(ارشاد)

کی فوراً ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں قصر
کے کوٹھے سے نیچے گرا دیا جائے وہ
گرا دیے گئے اور اُن کے جسم کے ٹکڑے
اڑ گئے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ
اس حال میں زمین پر گرے کہ اُن کی مشکیں
بندھی ہوئی تھیں تو اُن کی ہڈیاں شکستہ ہو گئیں
مگر اُن میں رمقِ جان باقی تھی تو ایک شخص
جس کا نام عبدالملک بن عمیر لخمی تھا بڑھا
اور اُس نے انہیں ذبح کر دیا جب اس بارے میں اُسے برا کہا گیا تو اُس نے کہا میں نے
تو چاہا کہ انہیں تکلیف سے چھٹکارا دلا دوں۔

اس خطبہ کی اگر شرح کی جائے تو کافی طولانی ہوگی۔ قیس کے الفاظ سے
ظاہر ہے کہ وہ جانتے تھے کہ اس خطبہ کے ختم ہونے سے پہلے اُن کی زندگی کا خاتمہ
ہو جائے گا اس لیے وہ اس مختصر وقفہ میں وہ سب کچھ کہہ دینا چاہتے تھے جو
اُنہیں کہنا تھا اس لیے ابن زیاد کی اس فرمائش پر کہ اوپر جا کر حسین بن علیؑ کو برا
کہو اُنھوں نے ایک لمحہ بھی توقف نہیں کیا جس سے ابن زیاد کو یہ سمجھنے کی کافی
وجہ تھی کہ ماحول کی ہیبت نے قیس کو اپنی جان کی خیر منانے پر آمادہ کر دیا
ہے اور وہ اب اپنے تحفظ جان کے لیے وہ سب کچھ کرنے پر تیار ہیں جو یہ
کہیں بلندی پر جانے کے بعد اُنھوں نے ابن زیاد کی مذمت یا امیر المومنینؑ کی

منقبت کو مقدم نہیں رکھا کیونکہ پھر اُن کا اصل مقصد رہ جاتا۔ اُنہوں نے
شدید قلبی اضطراب کے باوجود اپنی تقریر کو متوازن اور مطمئن حالات کے عام
تقاضوں کے مطابق حمد و ثنائے الٰہی سے شروع کیا جس سے ابن زیاد کچھ سمجھ
ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کے بعد کیا کہیں گے۔ پھر اُنہوں نے آغاز مقصد
ایہا الناس ان ھٰذا الحسین بن علی کے ساتھ کیا جس سے ابن زیاد
اور تمام مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اب اس کے بعد حسین کا دوست اور حسین کا
قاصد وہ کچھ کہے گا۔ جو حسین کے دشمنوں کا دل چاہتا ہے مگر اس کے
بعد (اگرچہ راویوں نے نہیں بتایا مگر یقیناً) ان کے بیان کی رفتار تیز ہو گئی
انہوں نے رعد کی سی گرج اور بجلی کی سی تڑپ کے ساتھ حسینؑ کی عزت ذاتی
(خیر خلق اللہ) اور خصوصیت نسبی (ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ)
اور اپنے منصب سفارت (انا رسولہ الیکم) اور اہل کوفہ کے فرض
(فاجیبوا) کا اعلان کیا اور اب اپنے سفر کے مقصد اور زندگی کے
ماحصل کو پورا کر کے موت کو یقینی سمجھتے ہوئے اتنی دیر میں کہ جب تک
جلاد اُن تک پہنچے مدح اور قدح کے ساتھ اپنے جذبات اور
ضمیر دونوں کی تشنگی کے بجھانے کا سامان کیا اور اب اُن کی زندگی کے
ابن زیاد کے لیے ناقابل برداشت ہونے کا یہ عالم تھا کہ قتل کے کسی ایسے
فرمان کے بجائے جس میں کچھ دیر لگے مضطربانہ اور غیر فطری طریقہ اُن کے
قصر کے اوپر سے نیچے گرا دینے کے حکم کی صورت میں اختیار کرنا پڑا۔ یہ
ہو گیا اور قیس کی اُکھڑتی ہوئی سانسیں فخر کر رہی تھیں کہ شادم از زندگی

خویش کہ کارے کردم ۔"

تاریخ طبری سے پتہ چلتا ہے کہ قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر حضرت کو حر سے ملاقات کے بعد پہونچی ہے کربلا کے بہت قریب منزل عذیب الہجانات پر جب کوفہ کے چار آدمی جو مجمع بن عبداللہ عائذی وغیرہ تھے نافع بن ہلال کا کوتل گھوڑا اپنے ساتھ لیے طرماح بن عدی کی رہنمائی میں کربلا پہونچے ۔ طبری نے لکھا ہے :۔

قال لهم الحسين اخبروني
خبر الناس وراءكم فقال له
مجمع بن عبد الله العائذي
وهو احد النفر الاربعة
الذين جاءوه اما اشراف
الناس فقد اعظمت رشوتهم
وملئت غرائرهم يستمال
ودهم ويستخلص به نصيحتهم
فهم الب واحد عليك واما
سائر الناس بعد، فان افئدتهم
تهوي اليك وسيوفهم غدا
مشهورة عليك قال اخبرني
فهل لكم خبر برسولي اليكم قالوا

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ذرا
وہاں کے لوگوں کے حالات تو بتاؤ ۔ مجمع بن
عبداللہ عائذی نے جو اُن چار آنے وا
آدمیوں میں سے ایک تھے کہا کہ جو بڑے
لوگ ہیں اُن کو بڑی رشوتیں دی گئی ہیں
اور اُن کی جیبیں بھر دی گئی ہیں ۔ اس طر
اُن کو طرفدار بنا لیا گیا ہے لہٰذا وہ سب
آپ کے خلاف متفق ہیں ۔ رہ گئے دو
لوگ اُن کے دل تو آپ کی طرف جھکے
ہیں مگر تلواریں اُن کی کل آپ کے خلاف
بلند ہوں گی ۔ کہا اچھا ! کچھ تمہیں میرے
قاصد کی بھی خبر ہے ۔؟ کہا وہ کون ۔ بز
"قیس بن مسہر صیداوی" کہا جی ہاں ۔ لیکن

من هو قال قیس بن مسهر
الصیداوی فقالوا نعم
ثم اخذه الحصین بن نمیر
فبعث به الی ابن زیاد
وامره ان یلعنك ویلعن
اباك فصلی علیك وعلی
ابیك ولعن ابن زیاد
واباه ودعا الی نصرتك
واخبرهم بقدومك فامر
به ابن زیاد فالقی من
طمار القصر فترقرقت
عینا حسین علیه السلام
ولم یملك دمعه ثم
قال منهم من قضی نحبه
ومنهم من ینتظر وما
بدلوا تبدیلا اللهم
اجعل لنا ولهم الجنة
نزلا واجمع بیننا وبینهم
فی مستقر من رحمتك

واقعہ یہ ہے کہ حصین نے اُن کو گرفتار کر لیا
اور انھیں ابن زیاد کے پاس بھیج دیا
ابن زیاد نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ
کی اور آپ کے والد بزرگوار کی شان
میں کلمات نازیبا استعمال کریں مگر
انھوں نے آپ اور آپ کے پدر
بزرگوار پر درود بھیجا اور ابن زیاد کو
اُس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو
آپ کے آنے کی اطلاع دی اور انھیں
آپ کی امداد کی طرف دعوت دی۔ اس
پر ابن زیاد نے حکم دیا اور وہ قصر کے
اوپر سے نیچے پھینک دئے گئے۔ یہ
سنکر حضرت کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا
آئے اور حضرت گریہ فرمانے لگے۔ پھر
قرآن کی آیت پڑھی جس کا مضمون یہ ہے
کہ کچھ گزر گئے اور کچھ وقت کے منتظر ہیں
اور ان سب نے اپنی بات کو بدلا نہیں
پھر کہا خداوندا انکے اور ہمارے لیے
بہشت کو محل ضیافت قرار دے اور ہمارا اور انکے

در غائب مذخور ثوابک — درمیان اپنی قرارگاہ رحمت اور اپنے ذخیرہ کردہ ثواب کے سمر کز میں یکجائی پیدا کردے۔

اسی سے ملتا ہوا عبد اللہ بن یقطر کا واقعہ :-

قیس بن مسہر صیداوی کے واقعہ سے بہت مشابہ ایک واقعہ طبری نے عبد اللہ بن یقطر کے متعلق لکھا ہے لیکن اس کا ذکر انھوں نے راہ کے واقعات میں اس منزل پر نہیں کیا ہے جہاں سے عبد اللہ بن یقطر کو روانہ کیا ہے بلکہ اس منزل کے حالات میں ذکر کیا ہے جہاں اُن کی خبر شہادت پہونچی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

حدثنی ابو علی الانصاری عن بکر بن مصعب المزنی قال کان الحسین لا یمر باھل ماء الا اتبعوہ حتی انتھی الی زبالۃ فسقط الیہ مقتل عبد اللہ بن یقطر وکان سرحہ الی مسلم بن عقیل من الطریق وھو لا یدری انہ قد صب فتلقاہ خیل الحصین بن نمیر بالقادسیۃ فسرح

مجھ سے ابو علی انصاری نے بیان کیا بکر بن مصعب مزنی کی زبانی، اس نے کہا کہ حسینؑ جس چشمہ کی طرف سے گزرتے تھے وہ لوگ آپ کے ساتھ ہو جاتے تھے یہاں تک کہ جب آپ منزل زبالہ پر پہونچے تو آپ کو آپ کے برادر رضاعی عبد اللہ ابن یقطر کے قتل کی خبر پہونچی۔ آپ نے انہیں مسلم بن عقیل کی طرف راستے سے بھیجا تھا حالانکہ یہ معلوم نہ تھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ قادسیہ میں حصین بن نمیر کی فوج نے انھیں

maablib.org

به الى عبيد الله بن زياد فقال
اصعد فوق القصر فالعن الكذاب
ابن الكذاب ثم انزل حتى
ارى فيك رأيي قال فصعد
فلما اشرف على الناس قال
ايها الناس انى رسول الحسين
ابن فاطمة ابن بنت رسول
الله صلى الله عليه وسلم لتنصروه
وتوازروه على ابن مرجانة
ابن سمية الدعى فامر به
عبيد الله فالقى من فوق
القصر الى الارض فكسرت
عظامه وبقى به رموق
فاتاه رجل يقال له عبد
الملك بن عمير اللخمى فذبحه
فلما عيب ذلك عليه قال
انما اردت ان اريحه قال
هشام حدثنا ابو بكر بن عياش عمن
اخبره قال والله ما هو عبد الملك

گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس
بھیجدیا۔ اُس نے کہا کہ قصر کے
اوپر چڑھو اور . . . . حسین بن علی
پر (معاذ اللہ) لعنت کرو پھر اترو
تو تمہارے بارے میں کچھ فیصلہ کرونگا
یہ سُنکر وہ قصر کے اوپر گئے جب
لوگوں کے سامنے پہونچے تو کہا اے
لوگو! میں دختر رسول خداؐ حضرت
فاطمہؑ کے فرزند امام حسین علیہ
السّلام کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم اُن کی
مدد اور نصرت کرو، ابن مرجانہ کے
خلاف جو سمیہ کی بے باپ کی اولاد ہے۔
یہ سننا تھا کہ عبید اللہ بن زیاد نے حکم دیا اور
انھیں قصر کے اوپر سے زمین کی طرف پھینک
دیا گیا جس سے اُن کی ہڈیاں شکستہ ہوگئیں
اور اُن میں رمقِ جان باقی رہ گئی تو ایک
شخص آیا جس کا نام عبد الملک ابن عمیر لخمی
تھا، اُس نے انھیں ذبح کیا، جب لوگوں نے
برا بھلا کہا تو اُس نے کہا کہ میں نے تو چاہا کہ انھیں

ابن عمیر الذی قام الیه
فذبحه ولکنه قام الیه
رجل جعد طوال یشبه
عبد الملک بن عمیر قال
فاتی ذلک الخبر حسینا
وهو بزبالة فاخرج
للناس کتابا فقرأ علیهم
بسم الله الرحمن الرحیم
اما بعد فانه قد اتانا
خبر فظیع قتل مسلم بن
عقیل وهانی بن عروة و
عبد الله بن یقطر وقد
خذلتنا شیعتنا فمن
احب منکم الانصراف
فلینصرف لیس علیه منا
ذمام

راحت دیدوں ہشام کا بیان ہے کہ ہم سے
ابوبکر بن عیاش نے ایک شخص کی زبانی بیان
کیا، انھوں نے کہا وہ درحقیقت عبد الملک
ابن عمیر لخمی نہ تھا جس نے اُٹھ کر انھیں ذبح کیا
بلکہ ایک دوسرا لمبے قد اور گھونگھر والے
بالوں والا شخص تھا جو عبد الملک بن عمیر سے
کچھ ملتا ہوا تھا۔ یہ خبر امام کو اُس وقت پہنچی
جب آپ منزل زبالہ پر تھے حضرت نے
لوگوں کے سامنے ایک تحریر پڑھی جس میں
لکھا تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
واضح ہو کہ ہم کو نہایت دردناک خبر پہنچی ہے اور
وہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن
یقطر کے قتل ہونے کی اور یہ کہ ہمارے لوگوں نے
ہم سے تعاون ترک کر دیا لہذا جو شخص تم میں
سے واپس جانا چاہے وہ چلا جائے اُس
پر ہماری طرف سے کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اس میں جہاں تک قادسیہ میں گرفتار ہونے، ابن زیاد کے پاس بھیجے جانے
اُس کی طرف سے قصر پر چڑھ کر امام حسینؑ کو برا کہنے کے حکم اور پھر قصر پر جا کر اس
کی مرضی کے خلاف تقریر کرنے اور وہاں سے گرا دیے جانے کا

اصل واقعہ ہے وہ قیس بن مسہر کے واقعہ کے ساتھ اتنا یکساں ہے کہ انھیں دو مستقل واقعے ماننا مشکل ہوتا ہے اور اس لیے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے قیس بن مسہر صیداوی کے واقعہ ہی کو اصل قرار دیا ہے اور عبداللہ بن یقطر کے نام کو اس میں بطور ایک قول کے نقل کیا ہے۔ انھوں نے تحریر فرمایا ہے۔

ولمّا بلغ الحسینؑ الحاجر من بطن الرمة بعث قیس بن مسھر الصیداوی ویقال بل بعث اخاہ من الرضاعة عبد اللہ بن یقطر الی الکوفة۔	جب امام حسینؑ بطن رمہ کے مقام حاجر تک پہنچے تو قیس بن مسہر صیداوی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ایک قول یہ ہے کہ انھیں نہیں بلکہ آپ نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کو روانہ کیا تھا۔

نیز آخر میں عبداللہ بن یقطر کے قتل کا یہ حال کہ عبدالملک بن عمیر لخمی نے ذبح کیا اور کہا کہ میں راحت دینا چاہتا تھا، انھوں نے قیس ہی کی شہادت کے حال میں ایک قول قرار دے کر نقل کر دیا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اس صورت میں ایک شکل تو یہ ہے کہ ہم قیس بن مسہر کے واقعہ کو اصل تسلیم کریں اور یہ سمجھیں کہ کسی وجہ سے بعض راویوں نے اسی کو عبداللہ بن یقطر کی طرف منسوب کر دیا مگر طبری نے حضرت امام حسینؑ کی جو تحریر منزل زبالہ پر پڑھنے کا حال درج کیا ہے اُس تحریر کے الفاظ میں صراحتہً عبداللہ بن یقطر کا نام ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ عبداللہ بن یقطر ہی کے متعلق اس واقعہ کو صحیح سمجھیں اور قیس بن مسہر کے لیے اس واقعہ کی نسبت تسلیم نہ کریں مگر قیس کا ذکر شیخ مفید اور طبری دونوں ہی کر رہے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وہ بطن الرمہ کے حاجر

سے بھیجے گئے تھے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی شخصیت اور اُن کا امام حسینؑ کی طرف سے بھیجا جانا متفق علیہ ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قیس اور عبداللہ دونوں کی رسالت کو تسلیم کیا جائے اور مشترک حصہ کو دونوں کے لیے یکساں طور پر واقع ہونا تسلیم کریں اور مختص امور کو ہر ایک سے الگ متعلق کریں یعنی یہ کہیں کہ قیس اور عبداللہ میں اتنا فرق ہے کہ قیس نے ابتدا میں حضرت امام حسینؑ کی تعریف و توصیف میں خیر خلق اللہ وابن فاطمہ بنت رسول اللہ کے الفاظ کہے تھے اور اس کے بعد اپنے بھیجے جانے کا ذکر کیا تھا اور عبداللہ بن یقطر نے شروع ہی سے بس اپنے بھیجے جانے کا ذکر کیا اور اسی میں یہ کہدیا کہ اُن کی مدد اور نصرت کرو اور قیس نے بعد میں ابن زیاد اور اُس کے باپ پر لعنت کی اور امیر المومنینؑ پر صلوات بھیجی اور عبداللہ بن یقطر نے امام حسینؑ کی امداد کی دعوت کے ساتھ ہی یہ کہدیا کہ ابن مرجانہ کے خلاف جو سمیہ کی بے باپ کی اولاد ہے اور اس کے بعد یہ فرق سمجھا جائے کہ قیس بن مسہر کا جسم کوٹھے پر سے زمین پر گرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا مگر عبداللہ بن یقطر کی صرف ہڈیاں شکستہ ہوئی تھیں اور اُن میں رمقِ جان باقی تھی اور عبدالملک بن عمیر لخمی نے انھیں ذبح کیا اور جب برا کہا گیا تو کہا کہ میں انھیں راحت دینا چاہتا تھا۔

بظاہر تو جمع بین الروایات کی یہی صورت ہے مگر جن کو مذاق تاریخی ہے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس میں کیا استبعادات ہیں۔ ان میں سے

جس کو پہلے امام نے روانہ فرمایا ہو اُس کے بعد دوسرے کے روانہ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ ۲- دوسرے یہ کہ نوعیت واقعہ سے ظاہر ہے کہ ابن زیاد کا یہ حکم دینا کہ قصر پر جا کر حسینؑ کو بُرا کہو مگر اسی سے امام حسینؑ کے قاصد کا یہ فائدہ اٹھانا کہ وہ امام حسینؑ کے سلسلہ میں اپنے مشن کی تبلیغ کر دے ایک حاکم کے لیئے اور وہ بھی ابن زیاد کا سا، کتنی خجالت انگیز شکست تھی۔ اب ایک دفعہ وہ اتنی بڑی زک اُٹھانے کے بعد پھر بالکل اُسی طرح کی زک اُٹھانے کے لیئے تیار ہو جاتا یا دھوکا کھا جاتا ان میں سے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تیسرے یہ کہ اس صورت میں امام حسینؑ نے منزل زبالہ میں جو تحریر پڑھی ہے اُس میں مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے ساتھ دو شخصوں کی شہادت کا ذکر ہونا چاہیے ایک قیس بن مسہر اور دوسرے عبداللہ بن یقطر مگر آپ کے یہاں ذکر ایک ہی شخص کا ہے۔ دوسرے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ مجمع بن عبداللہ عائذی سے امام نے صرف اپنے ایک قاصد کو پوچھا اور وہ قیس بن مسہر صیدادی۔ دوسرے قاصد یعنی عبداللہ بن یقطر کا کچھ حال نہ پوچھا کہ اُن پر کیا گزری۔ ہاں ان آخری دو باتوں کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن یقطر کی خبر جناب مسلم و ہانی کے ساتھ پہلے آچکی تھی جس کی حضرت نے منزل زبالہ پر خبر دی اور قیس کی خبر حر سے ملاقات کے بعد تک کوئی نہیں آئی تھی اس لئے مجمع بن عبداللہ سے حضرت نے اُنہی کو دریافت فرمایا۔

پھر بھی تاریخی حیثیت سے یہ مسئلہ ابھی تک میری نگاہ میں ایک مشکل کی

حیثیت رکھتا ہے جو پورے طور پر حل ہوتے نظر نہیں آتی۔

لشکرِ حُر کے سامنے اماؑم کا خطبہ

عراق کی طرف جاتے ہوئے جب حر کا لشکر ایک ہزار کا امام سے آکر کربلا میں ملاقی ہوا۔ حضرت انھیں سیراب کرا چکے اور اس کے بعد ظہر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت نے نماز سے قبل[1] اس لشکر کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس کا ذکر شیخ مفید اور طبری دونوں نے اس طرح کیا ہے۔

فلم یزل الحر موافقا للحسینؑ	حر امام کے ساتھ رہا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت
حتی حضرت صلوٰۃ الظہر	آیا اور امام حسین علیہ السلام نے حجاج
وامر الحسینؑ الحجاج بن مسرور[2]	بن مسرور (مسروق) کو حکم دیا کہ اذان دیں
ان یوذن[3] فلما حضرت الاقامۃ	جب اقامت کا ہنگام آیا تو امام حسینؑ

---

[1] ابو حنیفہ دینوری نے "الاخبار الطوال" میں اس خطبہ کو نماز ظہر کے بعد بتایا ہے اور کہا ہے۔ فلما انفتل من صلوتہ حوّل وجھہ الی القوم۔ ثم قال یعنی" جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو چہرہ اپنا مجمع کی طرف موڑا اور پھر فرمایا۔

[2] ارشاد کے طہرانی نسخہ میں یونہی ہے مگر بظاہر وہ غلط ہے "مسروق" ہونا چاہیے چنانچہ طبری میں پورا نام اسی طرح درج کیا ہے اور کہا ہے فامر الحسین الحجاج بن مسروق الجعفی۔

[3] طبری میں اضافہ ہے "فاذن"

خرج الحسین فی ازار ورداء
ونعلین فحمد الله واثنی
علیه ثم قال ایها الناس[1] انی
لم اتکم حتی اتتنی کتبکم
وقدمت علی[2] رسلکم ان
اقدم علینا فانه لیس
علینا امام لعل الله ان
یجمعنا بک علی الهدی
والحق فان کنتم علی ذلک
فقد جئتکم فاعطونی[3] ما

برآمد ہوئے۔ ایک تہمد، ایک چادر اور نعلین
پہنے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد
فرمایا ایہا الناس میں تمہاری جانب
اس وقت تک نہیں آیا جب تک کہ تمہارے خطوط نہیں
اور قاصد نہیں پہونچ کر آئے ہمارا کوئی امام نہیں
ممکن ہے آپ کے ذریعہ سے خدا ہمیں حق و ہدایت
مجتمع کر دے۔ اب اگر تم لوگ اس بارے
پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں ہی...
تم مجھ سے اطمینانی طریقہ سے از سر نو
عہد و پیمان کرو کہ میرا ساتھ دو گے اور

---

[1] دینوری نے خطبہ کے الفاظ میں "ایہا الناس" کے بعد اتنا اضافہ کیا ہے "انہا
معذرۃ الی الله ثم الیکم" میں الله کے سامنے اور تمہارے سامنے اپنا
عذر بتانا چاہتا ہوں۔ طبری میں بھی ہے: انہا معذرۃ الی الله عزوجل والیکم۔

[2] دینوری کی روایت میں "قدمت علی رسلکم" کے بعد یہ تفصیل کہ تم نے کیا لکھا تھا
مذکور نہیں ہے بس اس کے بعد یہ ہے "فان اعطیتمونی ما اطمئن الیہ من عہودکم
ومواثیقکم دخلنا معکم مصرکم وان تکن الاخری انصرفت من حیث
جئت" اگر تم مجھ سے قابل اطمینان صورت سے عہد و پیمان کرو تو ہم سب تمہارے ساتھ تمہارے
شہر میں داخل ہوں اور اگر دوسری صورت ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس جاؤں۔

[3] طبری میں یہاں پر یہ الفاظ ہیں کہ "فان تعطونی ما اطمئن الیہ من عہودکم ومواثیقکم
اقدم مصرکم۔

اطمئن الیہ من عہودکم ومواثیقکم وان لم تفعلوا وکنتم لقدومی[1] کارھین انصرفت عنکم الی المکان الذی جئت[2] منہ الیکم فسکتوا عنہ ولم یتکلم احد منھم بکلمۃ فقال للمؤذن اقم۔ ارشاد۔ تاریخ طبری ج[6]

اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے اور تم میرا آنا ناپسند کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس چلا جاؤں۔ یہ سنکر سب خاموش رہے اور کسی نے ایک لفظ بھی جواب میں نہیں کہا۔ حضرت نے مؤذن کو حکم دیا کہ اقامت کہو۔

لشکرِ حُر کے سامنے دوسرا خطبہ

عصر کی نماز کے بعد جبکہ اب آگے روانہ ہونے کی تیاری بھی ہو چکی تھی، حضرت نے دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا جسے شیخ مفید اور طبری نے اس طرح نقل کیا ہے[3]۔

---

[1] و [2] طبری میں لقدومی کی جگہ مقدمی اور جئت کے بجائے اقبلت ہے۔ یہ صرف لفظی اختلاف ہے جس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

[3] دینوری نے اخبار الطوال میں عصر کے بعد کے خطبہ کے الفاظ نقل نہیں کیے ہیں بلکہ یہ لکھ دیا ہے کہ ثم انفتل الیھم فاعاد مثل القول الاول "پھر اُن کی جانب مڑے اور پہلے ہی قول کے مثل الفاظ دوبارہ کہے" بہر حال اس سے بھی یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ دوسری مرتبہ عیونِ الفاظ وہی تھے جو پہلی مرتبہ تھے بلکہ یہ کہ مضمون وہی تھا جو پہلے ارشاد کا تھا اور یہ اس خطبہ کے الفاظ پر جو شیخ مفید وغیرہ نے درج کیے ہیں ایک حد تک منطبق ہے۔

ثم سلم وانصرف اليهم بوجهه
فحمد الله واثنى عليه ثم
قال اما بعد ايها الناس فانكم
ان تتقوا الله وتعرفوا الحق
لاهله يكن ارضى لله عنكم
ونحن اهل بيت محمد واولى[1]
بولاية هذا الامر عليكم من
هؤلاء المدعين ما ليس
لهم والسائرين فيكم بالجور
والعدوان وان ابيتم الا
كراهية لنا والجهل بحقنا
وكان رأيكم الان غير ما
اتتني به[2] كتبكم وقدمت
به علىّ رسلكم انصرفت
عنكم فقال له الحر انا والله
ما ادري ما هذه الكتب و
الرسل التي تذكر فقال الحسين

پھر حضرت نے سلام پھیرا اور اُن لوگوں
کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی
کے بعد فرمایا ایہا الناس! تم لوگ اگر
خوفِ الٰہی سے کام لو اور حق کو صاحب
حق کے پہچانو تو یقیناً اللہ کی رضا کا
اچھا ذریعہ ہوگا۔ ہم رسول کے اہلبیت
ہیں اور اس منصب کے زیادہ مستحق
ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو اس کا غلط
دعوی کرتے ہیں اور جو تمہارے ساتھ
ظلم وتعدی کا سلوک کرتے ہیں اور اگر
تم بہر حال ہمیں ناپسند کرتے ہو اور ہمارے
حق سے چشم پوشی کرنے پر تلے ہوئے ہو اور
تمہاری رائے اب تمہارے خطوط کے
مضامین اور قاصدوں کے بیانات کے
خلاف ہے تو میں واپس چلا جاؤں۔ اب حر
نے جواب دیا کہ خدا میں نہیں جانتا کہ یہ خطوط و
قاصد جن کا آپ ذکر کرتے ہیں کیا ہیں؟ یہ سنکر

---

[1] طبری میں ہے۔ ونحن اهل البيت اولى ۔ [2] طبری کے الفاظ ہیں:۔ وان انتم
کرهتمونا وجهلتم حقنا وكان رأيكم غير ما اتتني ۔ الخ

عليه السلام لبعض اصحابه يا عقبة بن سمعان اخرج الخرجين الذين فيهما كتبهم فاخرج خرجين مملوئين صحفا فنثرت بين يديه الخ

(ارشاد وطبری)

امام حسینؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ اے عقبہ بن سمعان! وہ دونوں تھیلے تو لے آؤ جن میں ان لوگوں کے خطوط ہیں وہ دو تھیلے نکال کر لائے جو خطوط سے بھرے ہوئے تھے اور وہ خطوط سامنے پھیلا دیے گئے۔

اسکے بعد کا ایک اہم خطبہ

طبری کی روایت ہے:۔

قال ابو مخنف عن عقبة بن ابی العیزار ان الحسین خطب اصحابه واصحاب الحر بالبيضة فحمد الله واثنى عليه ثم قال ايها الناس ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال من رأى سلطانا جائرا مستحلا لحرم الله ناكثا لعهد الله مخالفا لسنة

ابو مخنف نے عقبہ بن ابی عیزار کی زبانی نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب اور حر کے ساتھیوں کے سامنے مقام بیضہ پر خطبہ ارشاد فرمایا تو پہلے حمد و ثنائے الٰہی ادا کی۔ پھر فرمایا اے گروہ مردم! حضرت پیغمبر خدا کا ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ وہ محرمات الٰہیہ کو حلال بنائے ہوئے ہے عہد خدا کو توڑے ہوئے سنت پیغمبر خدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یعمل فی عباد اللہ بالاثم
والعدوان فلم یغیر علیہ
بفعل ولا قول کان حقا علی
اللہ ان یدخلہ مدخلہ
الا وان ھؤلاء قد لزموا
طاعۃ الشیطان وترکوا
طاعۃ الرحمن واظھروا
الفساد وعطلوا الحدود
واستأثروا بالفیئ واحلوا
حرام اللہ وحرموا حلالہ
وانا احق من غیر وقد اتتنی
کتبکم وقدمت علی رسلکم
ببیعتکم انکم لا تسلمونی
ولا تخذلونی فان تممتم
علی بیعتکم تصیبوا رشدکم
فانا الحسین بن علی وابن فاطمۃ
بنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ (وآلہ) وسلم نفسی

کا مخالف ہے اور بندگان الٰہی میں گناہ
اور ظلم و تعدی کے افعال کا مرتکب
ہوتا ہے اور یہ اُس پر قول یا فعل
کسی صورت سے بھی تبدیلی کی کوشش
نہ کرے تو اللہ کے لیے زیبا ہوگا کہ
وہ اس شخص کو اُسی ظالم کے درجہ میں
داخل کرے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ
لوگ (اہل شام) شیطان کی اطاعت
کے پابند ہو گئے، اللہ کی اطاعت کو
چھوڑ چکے ہیں، انھوں نے فتنہ و فساد
ظاہر کیا ہے، حدود اللہ کو معطل کر دیا
ہے، مسلمانوں کے مشترک اموال کو
اپنی ملکیت سمجھ لیا ہے، حرام الٰہی کو
حلال اور حلال کو حرام بنا دیا ہے اور
میں سب سے زیادہ اس کا حقدار ہوں کہ اس وقت
انقلاب بپا کرنے کی کوشش کروں اور تمہارے خطوط
میرے پاس آ چکے اور تمہارے قاصد پہنچ
چکے اس عہد و پیمان کے ساتھ کہ تم مجھے چھوڑ دو گے
نہیں، میرے تعاون کو ترک نہ کرو گے۔ اب اگر

مع انفسکم واهلی مع اھلیکم فلکم فیّ اسوۃ وان لم تفعلوا ونقضتم عھدکم وخلعتم بیعتی من اعناقکم فلعمری ماھی لکم بنکر لقد فعلتموھا بابی واخی وابن عمّی مسلم والمغرور من اغترّ بکم فحظکم اخطاتم نصیبکم ضیعتم ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ وسیغنی اللہ عنکم والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تم اس اپنے معاہدہ پر قائم ہو تو راہ راست حاصل کرو گے اور اس صورت میں میں حسین جو علیؑ اور دختر رسولؐ خدا فاطمہ کا فرزند ہوں میری جان تمہاری جانوں سے وابستہ اور میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہوں گے اور جو مجھ پر گزرے اس میں تم کو شریک رہنا ہوگا اور اگر ایسا نہ کرو اور اپنے معاہدہ کو توڑ دو اور میری بیعت کا حلقہ بھی اپنی گردنوں سے اتار پھینکو تو یہ کوئی عجیب امر نہ ہوگا۔ تم نے ایسا ہی میرے باپ، میرے بھائی اور میرے چچا کے بیٹے مسلم کے ساتھ کیا۔ بڑا فریب خوردہ ہے وہ جو تمہارے فریب میں آئے مگر اس سے کسی اور کا نقصان نہیں ہوگا۔ تم ہی اپنے حصے کو ہاتھ سے دو گے اور اپنے نصیب کو برباد کرو گے اور جو عہد توڑے گا عہد شکنی سے اپنا ہی نقصان کریگا۔ اللہ مجھے عنقریب تم سے بے نیاز کر دیگا۔

راستے کا ایک اور خطبہ

طبری رقمطراز ہیں:۔

وقال عقبة بن ابی الغیزار
قام حسین علیہ السلام
بذی حسم فحمد اللہ
واثنی علیہ ثم قال انہ
قد نزل من الامر ما قد
ترون وان الدنیا قد تغیرت
وتنکرت وادبر معروفہا
واستمرت جدا فلم یبق
منہا الا صبابۃ کصبابۃ
الاناء وخسیس عیش
کالمرعی الوبیل الا ترون
ان الحق لا یعمل بہ وان
الباطل لا یتناھی عنہ
لیرغب المؤمن فی لقاء
اللہ محقا فانی لا اری
الموت الا شہادۃ ولا الحیوۃ
مع الظالمین الا برما۔

عقبہ بن ابی الغیزار کا بیان ہے کہ امام
حسین علیہ السلام مقام ذی حسم میں
کھڑے ہوئے اور آپ نے حمد وثنائے
الٰہی ادا کی پھر فرمایا صورت حال جو
ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا بدل
چکی ہے اور اجنبی ہو چکی ہے۔ اس
کی نیکیاں رخصت ہو گئی ہیں اور وہ
انتہائی تلخ و ناگوار ہو چکی ہیں۔ اب
نہیں رہ گیا ہے اُس میں سے مگر بہت
کم جیسے پانی بہلنے جانے کے بعد اُس
کے اندر بچ رہنے والے پانی کے
قطرے اور ایک۔ حقیر زندگی جو زہریلی
چراگاہ کے مثل ہے۔ کیا تمہاری نظروں
کے سامنے یہ عالم نہیں ہے کہ حق پر عمل
نہیں کیا جاتا اور باطل سے باز نہیں رہا
جاتا۔ اس وقت جو سچا مومن ہو وہ تبدیلہ
بے مرنے کا طلبگار ہو گا۔ اس لیے کہ
اس صورت حال کے مقابلہ میں مرنا میرے نزدیک سوا شہادت کے اور کچھ نہیں ہے
اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا سوا دل خستگی کے اور کچھ بھی نہیں۔

زہیر بن قین کی جوابی تقریر

مذکورۂ بالا امام کے خطبہ کے بعد طبری کے راوی نے کہا کہ

فقام زهير بن القين البجلي فقال لاصحابه تكلمون ام اتكلم قالوا لابل تكلم فحمد الله واثنى عليه ثم قال قد سمعنا هداك الله يا ابن رسول الله مقالتك والله لو كانت الدنيا لنا باقية كنا فيها مخلدين الا ان فراقها في نصرك ومواساتك لآثرنا الخروج معك على الاقامة فيها قال فدعا له الحسين ثم قال له خيرا۔

زہیر بن قین بجلی کھڑے ہو گئے۔ اپنے اصحاب سے کہا کہ تم کچھ کہتے ہو یا میں کہوں۔؟ سب نے کہا نہیں، تم کہو انھوں نے حمد و ثنائے باری ادا کی۔ پھر کہا ہم نے سنا اے فرزند رسولؐ! اللہ آپ کو منزل مقصد تک پہونچائے آپ کے ارشاد کو۔ بخدا اگر دنیا باقی رہنے والی ہوتی اور ہم ہمیشہ اس میں رہتے مگر جدائی اُس سے صرف آپ کی امداد اور ہمدردی کی وجہ سے ہوتی تب بھی ہم آپ کا ساتھ دینے کو اس دنیا میں رہنے پر ترجیح دیتے۔ زہیر کی تقریر سُنکر امام نے اُن کے لیے دعائے خیر فرمائی:۔

نہم محرم کی شام کو یا شب عاشور امام کا یادگار خطبہ

روز نہم محرم گفتگوئے صلح قطع ہو چکی، عمر سعد نے ابن زیاد کے حکم فوجی بامعت حملہ کردیا اور حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی ابو الفضل العباس کو بھیج کر ایک شب کی مہلت حاصل کی۔ اس رات کی مہلت ملنے کے بعد امام نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے اپنا تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کربلا میں صرف یہ ایک خطبہ ہے جو آپ نے اپنے ساتھیوں کی جماعت کے سامنے پڑھا ہے حالانکہ خطبہ کے مقاصد یعنی تحریص و ترغیب، جوش انگیزی اور ولولہ خیزی کے لحاظ سے کربلا کے مقتضیات خطابت کے بہت کم جمع ہوا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی قلیل التعداد جماعت میں عددی قلت کو اگر کسی حد تک پورا کر سکتی ہے تو وہ جوش کی زیادتی اور ہمت کی بلندی۔ مثل مشہور ہے کہ حدی را تیز تر بخواں چو محمل را گراں بینی۔ اس کے مقابل میں جتنے موانع زیادہ اور ہمت شکنی کے اسباب فراواں ہوں اتنے ہی قائد کو زیادہ تقریریں کرنا پڑیں گی۔ اگر دور کی مثال ڈھونڈنے کی زحمت گوارا نہ کیجئے تو ماضی قریب میں جنگ جرمنی کی شدت کے عالم میں چرچل کی وزارت کا ابتدائی دور دیکھ لیجئے جب کہ حالات ناسازگار تھے اور تقریروں کے زور پر جنگ کا انحصار رہ گیا تھا۔

اس اعتبار سے دیکھئے تو ایک ناواقف انسان جو کربلا کے واقعات سے مطلع نہ ہو یہ خیال کرے گا

کہ تیس ہزار کے مقابلہ میں اپنے کم و بیش سو سوا سو افراد کو میدان جنگ میں ثابت قدم رکھنے کے لیے اُن کے دل پر پے در پے اپنی خداداد اعجاز بیانی کی تمام طاقتوں کے ساتھ آتشیں الفاظ اور پُرجوش و برق انداز میں تقریریں کرنا ہوتی ہونگی مگر یہ واقعہ ہے کہ کربلا میں وہ قلیل تعداد قلیل سہی مگر عزم وارادہ کی طاقتوں اور استحکام ایمانی کے اقتضاؤں سے اتنی معمور تھی کہ حضرت امام حسینؑ کو کربلا پہونچنے کے بعد سے نویں محرم کی سہ پہر تک آٹھ دن اور اس کے بعد شب عاشورا اور روز عاشورا اور روز عاشور کے تقریباً بیس اکیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ بھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ آپ اُن کے سامنے جوش و خروش پیدا کرنے کے لیے کوئی خطبہ ارشاد فرمائیں۔

ہم کی تمام کو جو خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے اُس کی نوعیت وہ انفرادی حیثیت رکھتی ہے جسے ہم جا ہے جو کہیں مگر ترغیب و تحریص تو کہہ ہی نہیں سکتے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فجمع الحسینؑ اصحابہ عند قرب المساء قال علی بن الحسین زین العابدین فدنوت منہ لاسمع مایقول لھم وانا اذ ذاک مریض فسمعت ابی یقول لاصحابہ اثنی علی اللہ احسن الثناء

امام حسینؑ نے شام کے قریب اپنے اصحاب کو جمع فرمایا امام زین العابدینؑ کا بیان ہے کہ میں اسی وقت بیمار تھا مگر قریب آ گیا تاکہ سنوں حضرت اپنے اصحاب سے کیا فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے والد بزرگوار کو سنا کہ آپ نے فرمایا میں اللہ کی بہترین تعریف کا فریضہ ادا کرتا ہوں اور

واحمده على السراء والضراء
اللهم اني احمدك على ان
اكرمتنا بالنبوة وعلمتنا
القرآن وفقهتنا في الدين
وجعلت لنا اسماعا و
ابصارا وافئدة فاجعلنا
من الشاكرين اما بعد
فاني لا اعلم اصحابا اوفى
ولا خيرا من اصحابي ولا
اهل بيت ابر ولا اوصل
من اهل بيتي فجزاكم الله
عني خيرا الا واني لاظن
يوما لنا من هؤلاء الا واني
قد اذنت لكم فانطلقوا
جميعا في حل ليس عليكم
حرج مني ولا ذمام هذا
الليل قد غشيكم فاتخذوه
جملا فقال له اخوته و
ابناؤه وبنو اخيه وابنا

راحت و تکلیف ہر حال میں اس کا شکر
بجا لاتا ہوں۔ خداوندا! تیرا شکر کرتا ہوں
کہ تو نے ہمیں نبوت کے منصب کی عزت
عطا کی اور علم قرآن کی دولت دی اور
دینی حقیقت کے بارے میں فہم و تعقل
کرامت فرمایا اور ہمیں گوش شنوا، چشم
بینا اور دل دانا عطا فرمائے لہذا ہمیں
شکر گزاروں میں محسوب فرما۔ اس کے
بعد یہ ہے کہ حقیقۃً مجھے نہیں معلوم دنیا
میں کوئی اصحاب جو میرے اصحاب سے
زیادہ وفادار اور بہتر ہوں اور نہ کوئی اعزا
جو میرے عزیزوں سے زیادہ نیکوکار اور باوفا
ہوں تو اللہ تمہیں میری جانب سے جزائے خیر
عطا فرمائے۔ واضح ہونا چاہیے کہ میرے
خیال میں ہمیں ان دشمنوں کے ہاتھوں ایک
خونریز معرکہ کا سامنا ہوگا۔ ہاں تو خوب سمجھ
لو کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم سب
چلے جاؤ۔ بالکل جائز طور پر تمہارے لئے
اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ میری

maablib.org

عبد الله بن جعفر لم نفعل
ذلك لنبقى بعدك لا ارانا
الله ذلك ابدا بدأهم
بهذا القول العباس بن
علی علیہ السلام واتبعه
الجماعة عليه فتكلموا
بمثله ونحوه۔

(ارشاد)

طرف سے کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ رات کی تاریکی
اب تمہارے سامنے آرہی ہے اس کو اپنا
مرکب بناؤ اور روانہ ہو جاؤ۔ یہ سننا تھا کہ
آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں، اور عبد اللہ
بن جعفر کے فرزندوں نے کہا ہم کیوں ایسا
کریں؟ کیا اس لئے کہ آپ کے بعد دنیا میں
باقی رہیں۔ اللہ ہمیں وہ دن نصیب نہ کرے
سب سے پہلے یہ الفاظ عباس بن علیؑ
نے زبان پر جاری کیے اور پھر تمام مجمع نے ان کے ساتھ اتفاق کیا اور اسی سے
ملتے جلتے ہوئے الفاظ عرض کیے۔

اس روایت کو طبری نے ۲ طریقوں سے نقل کیا ہے۔ ایک وہ طریق جو
ضحاک بن قیس مشرقی تک منتہی ہوتا ہے۔ یہ اصحاب امام حسینؑ کی ایک
ایسی فرد ہیں جو بقول طبری واقعۂ کربلا سے زندہ بچ گئے تھے۔ اس کی
کیفیت کا بیان اور اس پر تبصرہ مولانا مجتبیٰ حسن صاحب کامون پوری
نے مقتل ضحاک بن قیس کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ یہ روایت
اس طرح ہے:۔ قال ابو مخنف حدثنی عبد الله بن عاصم
الفائضی عن الضحاك بن عبد الله المشرقی بطن من همدان
ان الحسين بن علی علیه السلام جمع اصحابه۔

دوسرا طریق وہ ہے جو مثل روایت شیخ مفیدؒ (امام زین العابدینؑ

تک منتہی ہوتا ہے اس طرح:-

قال ابو مخنف حدثنی الحارث بن حصیرة عن عبد الله ابن شریک العامری عن علی بن الحسین۔

امام زین العابدینؑ کی زبانی جو روایت درج کی ہے وہ تقریباً شیخ مفید رحمہ اللہ کی روایت سے بالکل متحد ہے۔ اختلاف کچھ لفظوں کا ہے جن میں قدرے طول و اختصار کا فرق بے معنی سا ہے جو اثر نہیں پڑتا اور بعض میں دونوں میں سے ایک کے بعض نسخوں میں کاتب یا درمیانی راوی کی غلطی یا اشتباہ معلوم ہوتا ہے۔

یہ اختلاف حسب ذیل الفاظ میں ہے:-

	شیخ مفید کے یہاں:-	طبری کے یہاں ہے:-
۱-	جمع الحسین اصحابه عند قرب المساء۔	فجمع الحسین اصحابه بعد ما رجع عمرو بن سعد وذلک عند قرب المساء۔
۲-	قال علی بن الحسین زین العابدین۔	قال علی بن الحسین۔
۳-	فدنوت منه لاسمع ما یقول لهم وانا اذ ذاک مریض۔	فدنوت منه لاسمع وانا مریض۔
۴-	وجعلت لنا اسماعا و ابصارها وافئدة فاجعلنا	وجعلت لنا اسماعا وابصارا وافئدة ولم تجعلنا من المشرکین

من الشاکرین۔

۵۔ لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیرا، — لا اعلم اصحابا اولی ولا خیرا،

۶۔ فجزاکم اللہ عنی خیرا۔ — فجزاکم اللہ عنی جمیعا خیرا

۷۔ الا وانی لاظن یوما لنا من ھؤلاء — الا وانی اظن یومنا من ھؤلاء الاعداء غدا۔

۸۔ الا وانی قد اذنت لکم — الا وانی قد رأیت لکم۔

۹۔ لیس علیکم حرج منی ولا ذمام۔ — لیس علیکم منی ذمام

ان میں نمبر ۱، ۲، ۳، ۶ اور ۹ قسم اول سے متعلق ہیں جن میں کوئی اختلاف معنوی نہیں ہے۔ صرف ذرا سا لفظوں کا ہیر پھیر یا کمی زیادتی ہے لیکن نمبر ۴ میں اختلاف معنوی ہے اور ایسا جسے کاتب کے سر منڈھا نہیں جا سکتا بلکہ راویوں کی یاد کا اختلاف ہے۔ کسی کو وہ فقرہ یاد رہا اور کسی کو یہ اور اس میں ذرا تعین بھی مشکل ہے کہ امام نے وجعلت لنا اسماعا وابصارا وافئدۃ کے بعد ولم تجعلنا من المشرکین فرمایا تھا یا فاجعلنا من الشاکرین۔ ۵ میں بھی اختلاف معنوی ہے اور میرے خیال میں شیخ مفید کے یہاں کی لفظ اوفی زیادہ مناسب ہے۔

۷۔ میں شیخ مفید کے یہاں کے الفاظ کا ترجمہ ہے کہ "میرے خیال میں ان دشمنوں کے ہاتھوں ایک خونریز معرکہ کا سامنا ہوگا۔" اور طبری

کا ترجمہ ہے کہ میرے خیال میں کل تمہارے اور ان کے درمیان فیصلہ کن دن ہے" یہاں طبری کے الفاظ زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔

۸۔ شیخ مفید کے یہاں ہے۔ قد اذنت لکم "میں تمہیں اجازت دیتا ہوں" اور طبری میں ہے:۔ قد رأیت لکم "میں نے تمہارے لئے رائے قائم کی ہے"

دوسری روایت ضحاک بن قیس مشرقی کی ہے۔ یہ حسب ذیل ہے۔

فلما کان اللیل قال هذا اللیل قد غشیکم فاتخذوه جملا ثم لیأخذ کل رجل منکم بید رجل من اهل بیتی ثم تفرقوا فی سوادکم ومدائنکم حتی یفرج الله فان القوم انما یطلبونی ولو قد اصابونی لهوا عن طلب غیری فقال له اخوته وابناؤه وبنو اخیه وابنا عبد الله بن جعفر ثم نفعل لنبقی بعدک لا ارانا الله ذلک ابدا ابدأهم بهذا القول العباس بن علی

جب رات ہوگی تو حضرت نے فرمایا کہ یہ رات تم پر پردہ ڈال چکی ہے لہذا اس کو اپنا مرکب بنا لو۔ پھر ہر ایک تم میں سے میرے عزیزوں میں سے بھی ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لے اور پھر تم لوگ اپنی بستیوں اور شہروں میں منتشر ہو جاؤ اس وقت تک کے لئے کہ جب کشائش حاصل ہو اس لئے کہ یہ لوگ بس میرے طلبگار ہیں اور اگر مجھے پا جائیں تو پھر کسی دوسرے کی تلاش کی طرف توجہ نہ ہونگے۔ یہ سنکر آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور عبد اللہ بن جعفر کے فرزندوں نے کہا کہ ہم ایسا کیوں کریں؟ اس لئے کہ آپ کے بعد باقی رہیں؟ اللہ ہمیں وہ دن کبھی نہ دکھائے۔ سب سے پہلے یہ

ثم انهم تکلموا بهذا ونحوه
فقال الحسین بن علی السلام
یا بنی عقیل حسبکم من
القتل بمسلم اذهبوا فقد
اذنت لکم قالوا فما یقول
الناس یقولون انا ترکنا شیخنا
وسیدنا وبنی عمومتنا خیر
الاعمام ولم نرم معهم
بسهم ولم نطعن معهم
برمح ولم نضرب معهم بسیف
ولا ندری ما صنعوا لا والله
لا نفعل ولکن تفدیك
انفسنا واموالنا واهلونا
ونقاتل معك حتی نرد
موردك فقبح الله العیش
بعدك (طبری ج ۶ ص ۲۳۹)

صدا عباس بن علی نے بلند کی اور پھر سب
نے قریب قریب یہی کہا اس پر امام حسینؑ نے
فرمایا کہ اے عقیل کے فرزندو تمہارے لیے
مسلم کا قتل ہونا کافی ہے تم چلے جاؤ تمہیں
میں خاص طور پر اجازت دیتا ہوں انھوں
نے کہا اس صورت میں لوگ کیا کہیں گے؟ یہ
کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور سردار
اور اپنے چچاؤں کی اولاد کو جو بہترین چچا تھے
چھوڑ دیا اور اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر لگایا اور
نہ کوئی نیزہ اور نہ تلوار سے مقابلہ کیا اور
خبر بھی نہ کی کہ آپ پر کیا گزری۔ نہیں بخدا
ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ آپ پر اپنے جان و
مال اور گھر بار کو قربان کر دینگے اور آپ کے
ساتھ رہ کر جنگ کریں گے تاکہ جو کچھ آپ
پر گزرے اس میں ہم شریک رہیں۔ خدا برا
کرے اُس زندگی کا جو آپ کے بعد ہو۔

اس میں اور قبل کی روایت میں علاوہ لفظی اختلافات کے معنوی اختلافات
بھی ہیں مگر ایسے جن سے اصل خطبہ کے ماحصل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان دونوں
طرح کے اختلافات کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) پہلی روایت میں خطبہ کا وقت بتایا ہے: "عند قرب المساء" شام کے قریب" اور دوسری روایت میں ہے: "فلما کان اللیل" جب رات ہوئی" شہرت عامہ اسی دوسری روایت کے مطابق ہو گئی ہے کہ یہ خطبہ شب عاشور ارشاد ہوا ہے۔

(۲) پہلی روایت میں خطبہ کا تمہیدی حصہ مذکور ہے جس میں حمد و صلوٰۃ و شکر الٰہی اور اپنے خاندانی مراتب کے اظہار کے ساتھ اصحاب کی وفاداری اور اعزاء کی قرابت پروری پر فخر و نازش مذکور ہے اور یہ کہ کل موقع جنگ یا روز قربانی ہے اور پھر یہ کہ "میں تمہیں اجازت دیتا ہوں" اور دوسری لفظوں میں "بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھا لیتا ہوں" اس کے بعد یہ ہے کہ ھذا اللیل قد غشیکم۔ دوسری روایت میں ابتدائی حصہ تمام حذف کر دیا گیا ہے بس یہیں سے شروع کیا گیا ہے کہ ھذا اللیل قد غشیکم اور اس فقرہ کے معنی پہلی اور دوسری روایت کے بتائے ہوئے وقت کے لحاظ سے فرق ہو جاتا ہے۔ وہاں چونکہ خطبہ کا وقت عند قرب المساء بتایا گیا ہے لہٰذا ھذا اللیل قد غشیکم کے معنی یہ ہوں گے کہ رات اتنی نزدیک ہے کہ گویا آ ہی گئی ہے یعنی قرب کے انتہائی اظہار کے لیے مجازاً فعل ماضی لایا گیا ہے اور دوسری صورت میں حقیقی طور پر یہی معنی ہونگے کہ رات آ ہی گئی ہے۔

(۳) پہلی روایت کا مضمون اس فقرہ پر ختم ہو جاتا ہے مگر دوسری کا

روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ ہے کہ "ہر ایک تم میں سے میرے عزیزوں میں سے بھی ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لے اور پھر تم لوگ اپنی بستیوں اور شہروں میں منتشر ہو جاؤ اُس وقت تک کے لئے کہ خدا ب یہ کشاکش حائل ہو اس لیے کہ یہ لوگ میرے طالب کار ہیں اور اگر مجھے پا جائیں تو پھر کسی دوسرے کی تلاش کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے" پہلی روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے اور صورت واقعہ سے ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حضرت نے ضرور ارشاد فرمائے ہونگے اسی لیے اعزا و اقارب اور خصوصیت سے حضرت ابوالفضل العباس کو بھی اپنے تاثرات کے اظہار کی ضرورت پڑی۔

(۳) حضرت ابوالفضل کے جواب کے الفاظ جن سے تمام اعزا نے اتفاق کیا دونوں روایتوں میں یکساں ہیں مگر دوسری روایت میں حضرت کا اولاد عقیل سے جو مخصوص اتخاطب اور اس کا جواب ہے وہ پہلی روایت میں بیان نہیں ہوا ہے۔

عام طور سے یہ روایت جو بیان ہوتی ہے اس میں دونوں کے اجزا کو لے لیے جاتے ہیں اور یہ طریقہ کار بالکل غلط نہیں ہے اس لئے کہ کسی ایک کے دوسرے کے مضمون کی نفی نہیں ہے بلکہ کچھ اجزا خطبہ کے اس روایت میں درج ہوئے ہیں اور کچھ اس میں سب امام نے ارشاد فرمائے ہیں یقین اختصار ہر ایک راوی نے کچھ اجزا بیان کیے اور کچھ بیان کرنا ضروری نہیں سمجھے۔ پورے خطبہ کا ان تمام اجزا پر مشتمل ہونا بعید نہیں ہے بلکہ قرائن کی بنا پر یقینی ہے۔

اصحاب امام کی جوابی تقریریں

طبری نے لکھا ہے:۔

قال ابو مخنف حدثنی عبد اللہ بن عاصم عن الضحاک بن عبد اللہ المشرقی قال فقام الیہ مسلم بن عوسجة الاسدی فقال انحن نخلّی عنک ولمّا نعذر الی اللہ فی اداء حقک اما واللہ حتی اکسر فی صدورہم رمحی واضربہم بسیفی ما ثبت قائمہ فی یدی ولا افارقک ولو لم یکن معی سلاح اقاتلہم بہ لقذفتہم بالحجارة دونک حتی اموت معک قال وقال سعد بن عبد اللہ الحنفی واللہ لا

ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد اللہ ابن عاصم نے کہا ضحاک بن عبد اللہ مشرقی کی زبانی۔ انھوں نے بیان کیا کہ امام کے خطبہ کو سنکر اعزا و اقارب کے جوابات کے بعد مسلم بن عوسجہ اسدی کھڑے ہوئے اور کہا کیا بھلا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کے حق کو ادا کرکے جواب دہی کا سامان نہ کریں؟ بخدا میں انھیں نیزہ لگاؤں گا یہاں تک کہ ان کے سینوں میں اپنا نیزہ توڑ دوں اور انہیں تلوار لگاؤں گا جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں برقرار رہے اور آپ سے جدا نہ ہونگا یہانتک کہ اگر میرے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا جس سے جنگ کر سکیں

نخليك حتى يعلم الله انا
قد حفظنا غيبة رسول
الله صلى الله عليه وسلم
فيك والله لو علمت انى
اقتل ثم احيى ثم احرق
حيا ثم اذرى يفعل ذلك
بي سبعين مرة ما فارقتك
حتى القى حمامى دونك
فكيف لا افعل ذلك وانما
هي قتلة واحدة ثم هي
الكرامة التي لا انقضاء
لها ابدا وقال زهير
بن القين والله لوددت
انى قتلت ثم نشرت ثم
قتلت حتى اقتل كذا الف
قتلة وان الله يدفع
بذلك القتل عن نفسك
وعن انفس هؤلاء الفتية
من اهل بيتك قال وتكلم

تو آپ کی امداد میں پتھروں کی بارش کرونگا
یہاں تک کہ آپ کے ساتھ جان بحق تسلیم
ہوں اور سعد بن عبداللہ حنفی نے کہا
بخدا ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے یہاں تک
کہ اللہ کے علم میں ثابت ہو جائے کہ ہم
نے رسول خدا کے بعد آپ کے بارے
میں اُن کے حق کا تحفظ کیا۔ بخدا اگر مجھے
معلوم ہوتا کہ میں قتل کیا جاؤں گا۔ پھر
زندہ کیا جاؤں گا پھر زندہ جلا دیا
جاؤں گا۔ پھر میری خاک ہوا میں منتشر
کردی جائے گی یہی میرے ساتھ ستر بار
ہوگا جب بھی میں آپ سے جدا نہ ہوتا۔
یہاں تک کہ (آخری بار بھی) مجھے موت
آپ کے سامنے آتی۔ پھر میں ایسا اب
کیوں نہ کرونگا جبکہ (جانتا ہوں کہ) ایک
دفعہ کا قتل ہوتا ہے پھر وہ عزت و
راحت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں اور
زہیر بن قین نے کہا مجھے تو آرزو ہے کہ میں
قتل کیا جاتا پھر زندہ ہوتا پھر قتل کیا جاتا

جماعۃ اصحابہ بکلام یشبہ بعضہ بعضا فی وجہ واحد فقالوا واللہ لانفارقک ولکن انفسنا لک الفداء نقیک بنحورنا وجباھنا وایدینا فاذا نحن قتلنا کذا وفینا وقضینا ما علینا۔ (ج ۶ ص ۲۳۹)

یہاں تک کہ اسی طرح ہزار دفعہ پایا جاتا اور اس رنج سے اللہ قتل ہونے کی مصیبت کو آپ اور آپ کے خاندان کے جوانوں کی جان سے رد کر دیتا دضحاک کا بیان ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کئی آدمیوں نے اسی سے ملتی جلتی تقریریں کیں اور سب نے یہ کہا کہ خدا ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں گی۔ ہم اپنی گردنیں، پیشانیاں اور ہاتھ آپ کی سپر بنائیں گے ہاں جب ہم قتل ہو جائیں گے تو سمجھیں گے کہ ہم نے اپنا حق ادا کر دیا اور جو فرض ہمارا تھا وہ پورا ہو گیا۔"

ان تقریروں کے آغاز میں ضحاک بن عبداللہ کی سند کے دوبارہ ذکر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان تقریروں کا ذکر حضرت امام زین العابدینؑ والی روایت میں نہیں ہے اور غالباً اسی لیے شیخ مفیدؒ نے ان کا ذکر نہیں کیا مگر امام کی روایت میں بھی اس کی نفی نہیں ہے بلکہ خود حضرت کے بعض فقرات کی طرح جو بنظر اختصار اس روایت میں درج نہیں ہوتے ہیں۔ یہ اجزاء بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیان نہیں کیے گئے لیکن وہ کسی طرح بھی قابل انکار نہیں ہیں۔

لشکرِ اعداء کے سامنے امام کا خطبہ

صبح عاشور جب صفوفِ لشکر مرتب ہو چکے۔ شیخ مفید لکھتے ہیں:۔

دعا الحسینؑ براحلتہ فرکبہا ونادیٰ باعلیٰ صوتہ یا اہل العراق وہم یسمعون فقال ایہا الناس اسمعوا قولی ولا تعجلوا حتیٰ اعظکم بما یحق لکم علیّ وحتیٰ اعذر الیکم فان اعطیتمونی النصف کنتم بذلک اسعد وان لم تعطونی النصف من انفسکم فاجمعوا رأیکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الیّ ولا تنظرون ان ولییَ اللہ الذی نزّل الکتاب وھو یتولّی الصّالحین ثم حمد اللہ واثنیٰ علیہ وذکر اللہ

حضرت امام حسینؑ نے اپنی سواری کا اونٹ منگوایا، اُس پر سوار ہوئے اور با آوازِ بلند فرمایا اس طرح کہ فوج کے بڑے حصہ تک آپ کی آواز پہنچ رہی تھی کہ اے اہلِ عراق! اے لوگو! میری بات سنو اور جلدی سے کام نہ لو میں چاہتا ہوں کہ جو تمہارا حق مجھ پر ہے اُسکو ادا کردوں اور تمہیں نصیحت کرکے اپنا عذر ختم کروں۔ اس کے بعد اگر تم نے انصاف سے کام لیا تو یہ تمہارے لیے باعث سعادت ہوگا اور اگر انصاف نہ کیا تو پھر جو کرنا ہو وہ کرلینا اور کوئی حسرت دل میں اُٹھا نہ رکھنا اور نہ میرے ساتھ مراعات و مہلت دہی سے کام لینا۔ میرا مددگار وہ اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا اور وہی تمام نیکوکاروں کا مددگار ہے۔ اس

بما هدهم و صلی علی النبی
صلی الله علیه وآله وعلی
ملائکته وانبیائه فلم
یسمع متکلم قط قبله ولا
بعده ابلغ فی منطق منه
ثم قال اما بعد فانسبونی
فانظروا من انا ثم ارجعوا
الی انفسکم وعاتبوها
فانظروا هل یصلح لکم
قتلی وانتهاک حرمتی
الست ابن بنت نبیکم
وابن وصیه وابن عمه
واول المؤمنین المصدق
لرسول الله صلی الله علیه
وآله بما جاء من عند
ربه اولیس حمزة سید
الشهداء عمی اولیس
جعفر الطیار فی الجنة
بجناحین عمی اولم یبلغکم

کے بعد آپ نے حمد وثنائے الٰہی ادا
کی اور خداوند عالم کے شایان شان
توصیف وتمجید کی اور حضرت پیغمبر خدا صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء اور
ملائکہ پر درود بھیجا اس شان سے کہ کوئی
بولنے والا آپ کے پہلے اور آپ کے بعد
فصاحت وبلاغت میں آپ سے بڑھکر
بولتے سنا نہیں گیا پھر فرمایا کہ میرا نسب
تو دیکھو غور کرو میں کون ہوں پھر ذرا
اپنے گریبان میں منھ ڈال کر اپنے افعال
کو دیکھو اور سوچو کہ میرا قتل اور میری
بے حرمتی کرنا تمہارے لیے مناسب ہے؟
کیا تم تمہارے نبی کا نواسا اور اُن
کے وصی چچازاد بھائی اور سب سے
پہلے اُن پر ایمان لانے والے شخص کا
فرزند نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ
میرے باپ کے چچا اور جعفر طیار جو
قدرت کے عطا کردہ بازوؤں
سے جنت میں پرواز کرتے ہیں

ما قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ لی ولاخی هذان
سیدا شباب اهل الجنة
فان صدقتمونی بما اقول
وهو الحق واللہ ما تعمدت
کذبا منذ علمت ان اللہ
یمقت علیہ اهلہ وان
کذبتمونی فان فیکم
من ان سألتموہ عن ذلک
اخبرکم اسألوا جابر بن
عبد اللہ الانصاری وابا
سعید الخدری وسهل بن
سعد الساعدی وزید بن
ارقم وانس بن مالک
یخبروکم انهم سمعوا هذه المقالة من
رسول اللہ لی ولاخی اما فی هذا
حاجز لکم عن سفک دمی فقال له
شمر بن ذی الجوشن هو یعبد اللہ
علی حرف ان کان یدری ما

میرے چچا نہیں تھے؟ کیا تمہیں نہیں
معلوم کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ نے میرے اور میرے بھائی کے
بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں جوانان
اہل جنت کے سردار ہیں۔ اب اگر تم مجھ
ہی کو سچا سمجھ لو اور حقیقۃً جو میں کہتا
ہوں وہ درست ہے اور بخدا میں نے
جب سے مجھے معلوم ہے کہ اللہ اسے نا
پسند کرتا ہے کبھی بھی جھوٹ نہیں
بولا ہے تو خیر اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھ
لو تو تم میں ایسے لوگ ہیں جن سے
اگر تم اس کے متعلق دریافت کرو تو وہ
تمہیں بتا دیں گے۔ پوچھ لو جابر بن عبداللہ
انصاری سے، ابو سعید خدری سے،
سہل بن سعد ساعدی سے، زید بن ارقم
سے انس بن مالک سے یہ تمہیں بتا دیں گے
کہ انہوں نے خود یہ حدیث رسول خدا سے
میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سنی ہے۔
کیا یہ تمہیں میری خونریزی سے مانع ہونے

تقول فقال له حبیب بن
مظاهر والله انی لاراک
تعبد الله علی سبعین
حرفا وانا اشهد انک
صادق ما تدری ما
تقول قد طبع الله علی قلبک
ثم قال لهم الحسین علیه
السلام فان کنتم فی شک
من هذا افتشکون انی ابن
بنت نبیکم فوالله ما بین
المشرق والمغرب ابن
بنت نبی غیری فیکم ولا
فی غیرکم ویحکم اتطلبونی
بقتیل منکم قتلته او مال
لکم استهلکته او بقصاص
جراحة فاخذوا لا یکلمونه
فنادی یا شبث بن ربعی
ویا حجار بن ابجر ویا قیس
بن الاشعث ویا یزید بن

کہ یہ کافی نہیں ہے؟ شمر نے کہا میں خدا کی ایک
حرف پر عبادت کرتا ہوں اگر یہ سمجھ میں آئے
کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ حبیب بن مظاہر نے
کہا بخدا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو اللہ کی ستر حرفوں
پر عبادت کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں
کہ تو ٹھیک کہتا ہے۔ تو نہیں سمجھتا کہ ہم کیا
کہہ رہے ہیں۔ تیرے دل پر تو خدا نے مہر
لگا دی ہے۔ پھر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اچھا
اگر تمہیں اس میں شک ہے تو کیا اس میں
بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نواسا
ہوں؟ خدا کی قسم مشرق اور مغرب کے
درمیان اس امت بلکہ کسی دوسری جماعت
میں بھی کوئی نبی کا نواسا موجود نہیں ہے
ذرا سوچو تو۔ کیا تم مجھ سے کسی مقتول کے
خون کا عوض چاہتے ہو جسے میں نے قتل
کر دیا ہو یا کسی مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے
میں نے تلف کر دیا یا کسی زخم کا قصاص چاہتے
ہو؟ اب سب خاموش ہو گئے۔ کوئی کچھ
نہ بولتا تھا۔ حضرت نے پکارا اے شبث

الحارث الم تكتبوا الی ان قد اینعت الثمار و اخضرت الجنات و انما تقدم علی جند لک مجند فقال له قیس بن الاشعث ما ندری ما تقول ولکن انزل علی حکم بنی عمک فانهم لن یروک الا ما تحب فقال الحسین لا واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا افر فرار العبید ثم نادی یا عباد اللہ انی عذت بربی وربکم ان ترجمون اعوذ بربی وربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب ثم انہ اناخ راحلتہ و امر عقبۃ بن سمعان فعقلها (ارشاد)

بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا کہ میوے پختہ ہو گئے ہیں۔ باغ سبز و شاداب ہیں اور آپکی مدد کیلیے ایک تیار لشکر موجود ہے قیس بن اشعث نے کہا ہم نہیں جانتے آپ کیا کہتے ہیں؟ بہرحال آپ اپنے رشتہ داروں کے فیصلہ پر سر جھکا دیں، وہ آپ کے ساتھ کوئی ناپسندیدہ برتاؤ کبھی نہ کریں گے حضرت نے فرمایا نہیں بخدا میں ذلیل آدمیوں کی طرح اپنے کو تمہارے سپرد نہ کرونگا اور نہ غلاموں کی طرح فرار کرونگا۔ پھر آپ نے بلند آواز سے فرمایا اے اللہ کے بندو! اللہ سے پناہ مانگنا چاہیے اس وقت سے کہ جب تم مجھے اپنے حملوں کا نشانہ بناؤ، میں پناہ مانگتا ہوں ہر اُس مغرور سے جو قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس کے بعد آپ نے اونٹ کو بٹھایا اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ اُنھوں نے اسے جا کر رسے باندھ دیا۔

طبری ج ۶ ص ۲۴۲ ـ ۲۴۳ میں یہ پورا خطبہ ضحاک بن قیس مشرقی کی زبانی نقل کیا ہے۔ جس کے الفاظ شیخ مفید کی بیان کردہ روایت سے بالکل موافق تو نہیں ہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا اختلاف شروع سے آخر تک برابر چلا گیا ہے۔ پھر بھی معنوی فرق بہت کم پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف حسب ذیل ہے۔

(۱) خطبہ کے پس منظر میں دونوں جگہ خیام امام کے سامنے خندق میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھ کر شمر کی جسارت آمیز سخت کلامی اور مسلم بن عوسجہ کا امام سے اجازت طلب کرنا کہ میں اس کو تیر کا نشانہ بنا دوں اور امام کا یہ فرمانا کہ میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا، مذکور ہے۔ شیخ مفید نے اس کے بعد خطبہ کو اس طرح شروع کیا ہے۔ ثم دعا الحسینؑ براحلتہ، پھر حضرت نے اپنی سواری کا اونٹ منگایا۔ اور طبری نے کہا ہے۔ فلما دنا منہ القوم دعا براحلتہ، جب فوج دشمن امام سے قریب آگئی تو آپ نے اپنی سواری کا اونٹ منگوایا۔

(۲) ارشاد میں ہے۔ نادی باعلیٰ صوتہ یا اھل العراق وجلھم یسمعون فقال ایھا الناس۔

طبری میں۔ ثم نادی باعلیٰ صوتہ بصوت عال دعاء یسمع جل الناس ایھا الناس۔

(۳) ارشاد۔ اسمعوا قولی ولا تعجلوا حتی اعظکم بما یحق لکم علیّ۔

طبری: ـ اسمعوا قولی ولا تعجلون حتی اعظکم بما لحق لکم علیّ۔

یہاں غالباً ارشاد کی عبارت صحیح ہے اور طبری میں کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

(۴) ارشاد: حتی اعذر الیکم

طبری: حتی اعتذر الیکم من مقدمی علیکم۔

دوسری عبارت زیادہ واضح ہے۔

(۵) ارشاد: فان اعطیتمونی النصف کنتم بذلک اسعد

طبری: فان قبلتم عذری و صدقتم قولی واعطیتمونی النصف کنتم بذلک اسعد ولم یکن لکم علیّ سبیل۔

پہلے میں اختصار ہے دوسرے میں الفاظ زیادہ مکمل ہیں۔

(۶) ارشاد: وان لم تعطونی النصف من انفسکم فاجمعوا امرکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ

طبری: وان لم تقبلوا منی العذر ولم تعطوا النصف من انفسکم فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ۔

طبری کے الفاظ زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید میں اس آیت میں جس کا اقتباس کلام امامؑ میں ہے:۔ اجمعوا امرکم وشرکاءکم۔ طبری کے الفاظ ہیں۔

(۷) ارشاد میں اسی کے بعد حمد وثنائے الٰہی کا ذکر شروع کر دیا گیا ہے اس طرح کہ فحمد اللہ واثنی علیہ۔ طبری نے مذکورہ تمہیدی

تخاطب کے الفاظ کے بعد لکھا ہے ۔

قال فلمّا سمع اخواته كلامه هذا صحن وبكين وبكى بناته فارتفعت اصواتهن فارسل اليهن اخاه العباس بن علي وعليّ ابنه وقال لهما اسكتاهن فلعمري ليكثرن بكاؤهن قال فلمّا ذهبا ليسكتاهن قال لا يبعد ابن عباس قال فظننا انه انما قالها حين سمع بكاءهن لانه قد كان نهاه ان يخرج بهن فلمّا سكتن حمد الله واثنى عليه ۔

کہا راوی نے کہ جب حضرت کی بہنوں نے آپ کی آواز سنی تو صدائے گریہ و شیون بلند کی اور صاحبزادیاں بھی روئیں اور ان کی صدائیں بلند ہوئیں تو حضرت نے اپنے بھائی عباس بن علی اور فرزند علی اکبر کو بھیجا اور ان سے کہا کہ عورتوں کو خاموش کرو آئندہ بہت روئیں گی۔ جب وہ دونوں ان کے خاموش کرنے کے لیے گئے تو حضرت نے فرمایا کہ خدا ابن عباس کو زندہ رکھے۔ راوی کا قول ہے کہ ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ نے گریہ و بکا کی صدا سن کر یہ فقرہ اس لیے کہا کہ ابن عباس نے آپ کو عورتوں کے ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔ جب وہ صدائیں موقوف ہوئیں تو آپ نے حمد و ثنائے الٰہی ادا کی۔

اس موقع پر شیخ مفیدؒ کا اس جزء کو نقل نہ کرنا شبہ پیدا کرتا ہے کہ شاید یہ ضمیمہ اس روایت میں الحاقی ہے۔ قابل قبول فقط خواتین سے صدائے گریہ کا بلند ہونا اور حضرت کا جناب عباس و علی اکبر کو ان کے سمجھانے کے لیے بھیجنا ہے۔ اتنا نسوانی فطرت اور مردوں کے حفظ ناموس کے فرائض کے لحاظ سے قرین قیاس معلوم ہوتا ہے مگر اس موقع پر ابن عباس کو یاد کرنا اس بنا پر کہ انھوں نے جو مشورہ

دیا تھا اب اُن کی رائے کی صحت کا احساس ہو رہا ہے قطعاً غلط ہے۔ ان اہل حرم کا ساتھ ہونا کربلا کے واقعہ کی بنیادی حیثیت سے ایک ضروری کڑی کی حیثیت رکھتا تھا جسے حضرت امام حسینؑ نے جس طرح پہلے ضروری سمجھا اسی طرح وہ بعد میں ضروری ثابت ہوا۔ اس بارے میں اگر غور کرتے تو بعد میں خو ابن عباس کو محسوس ہونا چاہیے کہ اُنھوں نے رائے غلط دی تھی۔ نہ یہ کہ اُن کی رائے کی صحت کے اعتراف کی امام حسینؑ کو ضرورت پیدا ہو۔

(۸) ارشاد میں حمد و ثنائے الٰہی اور صلوات بر حضرت رسالت پناہی کے بعد ہے :۔ فلم یسمع متکلم قط قبله ولا بعده ابلغ فی منطق منه۔

طبری میں ہے کہ :۔ فذکر من ذلك ما الله اعلم وما لا یحصی ذکره قال فوالله ما سمعت متکلما قط قبله ولا بعده ابلغ فی منطق منه :۔

اس سے صرف حمد و نعت میں بسط و تفصیل کا پتہ چلتا ہے کیونکہ راوی کا بیان درج ہے کہ "حضرت نے اس حمد و نعت میں اتنا کہا جسے اللہ جانتا ہے اور اُس کا بیان لفظوں میں نہیں ہو سکتا۔" بعد کے فقرہ سے جو دونوں کے یہاں مذکور ہے طبری کے یہاں صرف قسم کا اضافہ ہے کہ راوی کہتا ہے "بخدا میں نے کوئی متکلم نہ اُس کے پہلے سنا اور نہ اُس کے بعد سے اب تک سنا جو تقریر میں آپ سے زیادہ فصیح و بلیغ ہو۔"

اس سیاق کلام میں جو دونوں میں متحد ہے یعنی حمد و ثنا کے بعد ارشاد میں ہے :۔ فلم یسمع متکلم قط اور طبری میں :۔ فوالله ما سمعت

متکثّما قط۔ ان دونوں میں فاء تفریع بتاتا ہے کہ اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ تعریف کا تعلق بعد کے خطبہ کے ساتھ نہیں بلکہ اسی حمد و ثناء کے ساتھ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حمد و ثناء جب بطور اختصار ادا کی جائے تو اُس کے الفاظ ایسے متحد و محدود ہیں کہ اُن میں کوئی خصوصی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ نہیں ہوتا لیکن جب کہ حمد و ثناء میں فصاحت و بلاغت کے غیر معمولی طور پر صرف کیے جانے کا اظہار دونوں کے بیان ہو رہا ہے تو ضرور ماننا پڑے گا کہ اس محل پر کافی بسط و تفصیل سے کام لیا گیا تھا جسے راوی محفوظ نہ رکھ سکا اور یہ ایک علمی خسارہ ہے جس کا ہر ایک صاحب ذوق اور پرستار فضیلت و ادب کو افسوس ہونا چاہیئے۔ یقیناً وہ جز خطبہ کا اگر ہم تک پہونچتا تو اُس سے الٰھیات کے ذخیرہ میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے خطبہ اشباح اور خطبہ عجیبہ کے ساتھ ایک بیش قیمت اضافہ ہوتا۔

(۹) ارشاد میں بھل یصلح لکم قتلی اور طبری میں ہے: ھل یحل لکم قتلی یہ صرف لفظی فرق ہے جس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۱۰) ارشاد:۔ اول المومنین المصدق لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وما جاء من عند ربکم۔

طبری:۔ واول المؤمنین باللہ المصدق لرسولہ بما جاء بہ من عند ربہ۔

---

(۱۱) ارشاد:۔ اولیس

طبری:۔ اولیس حمزۃ

حمزۃ سید الشہداء عمی سید الشہداء عمرابی۔

دوسری لفظین زیادہ صاف ہیں اگرچہ عرب میں دادا کے بھائی کو بھی "عم" کہا جاتا ہے اس لیے پہلے الفاظ بھی درست ہیں۔

(۱۲) ارشاد:۔ اولیس جعفر الطیار فی الجنۃ بجناحین عمی۔ طبری:۔ اولیس جعفر الشہید الطیار ذوالجناحین عمی۔

اس میں بھی کوئی معنوی فرق نہیں ہے۔

(۱۳) ارشاد:۔ اولم یبلغکم ماقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ لی ولاخی ہذان سید اشباب اھل الجنۃ۔ طبری:۔ اولم یبلغکم قول مستفیض فیکم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی ولاخی ہذان سید اشباب اھل الجنۃ۔

یہاں طبری کی روایت میں جو اضافہ ہے وہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسنین علیہما السلام کے بارے میں حدیث پیغمبرؐ کہ یہ سردار جوانان اہل جنت ہیں" عامۃ المسلمین کے درمیان بلا امتیاز فرقہ و جماعت "مستفیض" یعنی کثرت کے ساتھ زبانوں پر جاری تھی اور حضرت کا اس حدیث کو کربلا میں پیش کرنا درایۃً بھی اس کا ثبوت ہے کہ وہ یقیناً استفیض تھی ورنہ اتنے شدید مخالفوں کے اتنے بڑے مجمع میں اس کو پیش نہ کیا جاتا جبکہ صورت واقعہ سے ظاہر ہے کہ اُن میں سے ایک متنفس نے بھی اُس کی صحت سے انکار نہیں کیا تو اس سے ظاہر ہوا کہ اس حدیث کا پیغمبر خداؐ کی

طرف صحیح نسبت رکھنا بالکل متواتر اور قطعی حیثیت رکھتا تھا جس کے خلاف کسی کو جائے دم زدن نہیں تھی۔

(۱۴) ارشاد:۔ واللہ ما تعمدت کذبا منذ علمت ان اللہ یمقت علیہ اھلہ۔ طبری:۔ واللہ ما تعمدت کذبا منذ علمت ان اللہ یمقت علیہ اھلہ ویضر بہ من اختلقہ

(۱۵) ارشاد میں ہے:۔ اسألوا جابر بن عبد اللہ الانصاری وابا سعید الخدری۔ اسی طرح تمام اصحاب کے نام (و) کے ساتھ ہیں اور طبری میں ہے:۔ سلوا جابر بن عبد اللہ الانصاری اوابا سعید الخدری اسی طرح سب نام (او) کے ساتھ ہیں۔ مطلب دونوں کا بظاہر ایک ہے اس لیے اس میں کوئی اہمیت نہیں ہے

(۱۶) ارشاد:۔ اما فی ھذا حاجز لکم۔ طبری:۔ افما فی ھذا حاجز لکم۔

سلسلۂ کلام کے لحاظ سے یہ بہتر ہے۔

(۱۷) ارشاد:۔ فان کنتم فی شک من ھذا افتشکون انی ابن بنت نبیکم۔ طبری:۔ فان کنتم فی شک من ھذا القول افتشکون اثرا ما انی ابن بنت نبیکم

طبری کی روایت واضح ہے مگر (اثرا ما) کا اضافہ سمجھ میں نہیں آتا

(۱۸) شمر کی مداخلت پر جو حبیب بن مظاہر نے جواب دیا ہے، اس میں ارشاد میں ہے:۔ انک صادق صادق ما یقول۔ تو سچا ہے،

تو نہیں سمجھتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔" اور طبری میں ہے: انہٗ صادق عما لا یدری ما یقول "تو سچا ہے۔ تو نہیں سمجھتا کہ وہ (امام) کیا فرماتے ہیں۔ یہ دونوں لفظیں صحیح ہو سکتی ہیں۔ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ واقعاً انھوں نے کیا لفظ کہی تھی۔

(۱۹) ارشاد میں ہے:۔ فواللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبیؐ غیری فیکم ولا فی غیرکم (یعنی) بخدا مشرق اور مغرب کے درمیان کسی نبی کا کوئی نواسا میرے سوا نہیں ہے۔ تم میں اور تمہارے سوا کسی دوسری امت) میں" ___ طبری میں ہے:۔ فواللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبیؐ غیری منکم ولا من غیرکم ___ یہاں تک تو صرف ایک حرف جرفی اور من کا فرق ہے مگر طبری میں اس کے بعد اس فقرہ کا اضافہ ہے کہ انا ابن بنت نبیکم خاصۃ (اور پھر میں (تو) خاص خود تمہارے نبی کا نواسا ہوں۔"

یہ فقرہ اس محل پر درست معلوم ہوتا ہے۔

(۲۰) ارشاد میں ہے:۔ ویحکم انطلبونی بقتیل منکم قتلتہ۔ طبری میں ہے:۔ اخبرونی انطلبونی بقتیل منکم قتلتہ۔

یہ فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

(۲۱) شبث بن ربعی کے خط کے مضمون میں جو امام نے اپنے خطبہ میں بیان فرمایا تھا ارشاد کے الفاظ ہیں:۔ ولخضرت الجنات۔

طبری میں اس کے بجائے :۔ واخضرّ الجناب ہے اور اس کے بعد اضافہ ہے :۔ وطمت الاجام۔ یہ ارشاد میں نہیں ہے۔

(۲۲) خط کا خاتمہ ارشاد میں اس فقرہ پر ہے :۔

وانما تقدم علی جند لک مجندۃ طبری میں اس طرح ہے :۔

وانما تقدم علی جند لک مجندۃ فاقبل یہ اضافہ نامناسب نہیں ہے۔

(۲۳) خط کے مضمون کے بعد طبری میں ہے کہ :۔

قالوا له لم نفعل فقال سبحان الله بلی والله لقد فعلتم ثم قال ایها الناس اذکرهتمونی فدعونی انصرف عنکم الی ما منی من الارض قال فقال له قیس بن الاشعث الا تنزل علی حکم بنی عمک۔

اُن لوگوں نے کہا کہ ہم نے یہ خط نہیں لکھا۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ! بخدا تم نے لکھا تھا۔ پھر فرمایا اے گروہ مردم! جبکہ تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو چھوڑو مجھے کہ میں واپس جاؤں ایسی جگہ جہاں روئے زمین پر مجھے امن مل سکے۔ یہ سن کر قیس بن اشعث نے کہا کہ آخر آپ اپنے چچازاد بھائیوں کے فیصلہ پر سر تسلیم کیوں نہیں خم کر دیتے۔؟!

ارشاد میں ان لوگوں کے جواب اور پھر حضرت کے اس ارشاد کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ خط کے مضمون کے بعد لکھا ہے :۔ فقال له قیس بن الاشعث ما ندری ما تقول ولکن انزل علی حکم بنی عمک۔

(۲۴) ارشاد میں قیس بن اشعث کا کلام درج کیا ہے ان الفاظ میں کہ :۔ ما ندری ما تقول ولکن انزل علی حکم بنی عمک

فانهم لن یولوك الا ما تحب۔

طبری میں ہے :۔ ولا تنزل علی حکم بنی عمک فانہم لن یروك الا ما تحب ولن یصل الیك منہم مکروہ ۔۔۔

مطلب دونوں کا ایک ہی ہے ۔

(۲۵) قیس بن اشعث کے جواب میں ارشاد میں فقط اتنا ہے۔
فقال الحسینؑ لا واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل

طبری میں ہے :۔ فقال لہ الحسینؑ انت اخو اخیك اترید ان یطلبك بنو ھاشم باکثر من دم مسلم بن عقیل لا واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ۔

یہ اضافہ قابل لحاظ ہے چونکہ قیس بن اشعث کا بھائی محمد بن اشعث وہ تھا جو کوفہ میں ابن زیاد کے حکم سے فوج لے کر حضرت مسلم بن عقیل کو قتل کرنے گیا تھا اور اس طرح وہ آپ کی شہادت کا ذمہ دار تھا تو امام نے قیس بن اشعث کی آواز سن کر فرمایا "اچھا تو اپنے بھائی کا بھائی ہے" یعنی جیسا ظالم اور قسی القلب وہ ہے ویسا ہی تو بھی ہے کیا تجھے اس سے زیادہ کچھ چاہیے کہ بنی ہاشم مسلم بن عقیل ہی کے خون کے تجھ سے طلب گار ہیں "

چونکہ کلام عرب میں ایک گھرانے کے ایک آدمی کے عمل کو دوسرے کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جس کی نظیر قرآن مجید میں بھی موجود ہے ۔ اسلیے آپ کا مطلب یہ ہے کہ یہی کیا کم ہے کہ تم نے مسلم کا خون بہایا ہے اور وہ تمہارے ذمے ہے اب کم از کم اس کے بعد مزید مظالم میں تو حصہ نہ لو۔

(۲۶) آخری فقرہ امام کے جواب کا ارشاد میں یہ ہے، لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا افر فرار العبید (یعنی) "میں کبھی ذلیل شخص کی طرح اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح بھاگوں گا۔" اور طبری میں ہے:۔ لا اعطیھم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقر اقرار العبید (یعنی) میں کبھی ذلیل آدمی کی طرح اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ دوں گا اور غلاموں کی طرح (بے چون وچرا اطاعت کا) اقرار نہ کروں گا۔"

(۲۷) ارشاد میں جواب کو اسی فقرہ پر ختم کر کے لکھا ہے:۔ ثم نادی یا عباد اللہ انی عذت بربی وربکم ان ترجمون "پھر امام نے پکار کر فرمایا "اے بندگان خدا! میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تمہارا مورد الزام بنوں۔" طبری میں یا عباد اللہ الخ گزشتہ جواب سے ملا کر لکھا ہے یعنی درمیان میں یہ جملہ کہ "پکار کر فرمایا" نہیں ہے مگر انداز تخاطب کے بدلنے سے ظاہر ہے کہ اس کے پہلے قیس بن اشعث سے تخاطب ہو کر اس کی بات کا جواب تھا اور اس کے بعد پھر مجموعۂ قوم سے تخاطب ہے لہذا اسے کچھ آواز بلند کر کے فرمانا بالکل قرین قیاس ہے۔

زہیر بن قین کی تقریر

طبری (جلد ۶ صفحہ ۲۴۳)

قال ابو مخنف فحدثني علي
بن حنظلة بن اسعد الشبامي
عن رجل من قومه شهد
مقتل الحسینؑ حین قتل
یقال له کثیر بن عبد الله
الشعبي قال لما زحفنا قبل
الحسین خرج الینا زهیر
بن القین علی فرس له ذنوب
شاك في السلاح فقال یا
اهل الکوفة نذار لکم
من عذاب الله نذار ان
حقا علی المسلم نصیحة اخیه
المسلم ونحن حتی الآن
اخوة علی دین واحد وملة
واحدة مالم یقع بیننا و
بینکم السیف انتم للنصیحة
منا اهل فاذا وقع السیف
انقطعت العصمة وکنا
امة وانتم امة ان الله

ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے علی بن حنظلہ
بن اسعد شامی نے کہا اپنی قوم کے
ایک ایسے شخص کی زبانی جو واقعۂ کربلا
میں موجود تھا جس کا نام کثیر بن عبداللہ
شعبی تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جب ہم حسین
پر حملہ آور ہوئے تو زہیر بن قین صفِ
حسینی سے نکل کر ہمارے سامنے
آئے اپنے گھوڑے پر سوار مسلح اسلحۂ جنگ
سے آراستہ اور انھوں نے کہا اے
اہل کوفہ ڈرو، عذاب خدا سے ڈرو
یقیناً مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے
مسلمان بھائی کو نصیحت کرے اور ہم ابھی
تک بھائی بھائی ہیں ایک ہی دین اور ایک
ہی ملت پر جب تک ہمارے درمیان تلوار
نہیں چلی ہے اور تم ابھی ہماری طرف سے
نصیحت کے مستحق ہو۔ ہاں جب تلوار
چلنے لگے گی تو پھر تعلقات ختم ہو جائیں گے
اور ہم ایک امت اور تم دوسری امت
قرار پا جائیں گے۔ یقیناً اللہ نے ہماری

قد ابتلانا وایّاکم بذریة نبیّه محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم لینظر ما نحن وانتم عاملون انّا ندعوکم الی نصرهم و خذلان الطاغیة عبید اللّٰہ بن زیاد فانکم لا تدرکون منهما الّا السوء عمر سلطانهما کله لیسملان اعینکم ویقطعان ایدیکم وارجلکم ویمثلان بکم ویرفعانکم علی جذوع النخل ویقتلان اماثلکم وقرّاءکم امثال حجر بن عدی واصحابه وهانی بن عروة واشباهه قال فسبّوه واثنوا علی عبید اللّٰہ بن زیاد ودعوا له وقالوا واللّٰہ لا نبرح حتی نقتل صاحبک ومن معه او نبعث به وباصحابه الی الامیر

اور تمہاری آزمائش کی ہے اپنے رسول حضرت محمد مصطفےٰ کی اولاد کے ساتھ تاکہ ظاہر ہو کہ عمل ہمارا اور تمہارا کیا ہوتا ہے۔ ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ تم اُن کی مدد کرو اور ظالم عبید اللہ بن زیاد کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو کیونکہ تمہیں اُس سے اور (اُس کے پہلے) اُس کے باپ سے سوا برائی کے کبھی کوئی نتیجہ نہیں مل سکتا اُن کے اقتدار کی زندگی بھر۔ وہ تمہاری آنکھوں میں سلائیاں پھرواتے ہاتھ پیر اور اعضا قطع کراتے اُنہیں سولیاں دلواتے اور تمہارے اچھے آدمیوں اور حافظان قرآن کو قتل کراتے رہے ہیں جیسے حجر بن عدی اور اُن کے رفقاء اور ہانی بن عروہ اور ایسے ہی دوسرے لوگ۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر فوج شام کے لوگ انہیں گالیاں دینے لگے اور عبید اللہ بن زیاد کی تعریفیں اور اُس کے لیے دعائیں کرنے لگے اور کہا بخدا ہم

عبید اللہ بن زیاد فقال لھم
عباد اللہ ان ولد فاطمۃ
رضوان اللہ علیھا احق
بالود والنصر من ابن سمیۃ
فان لم تنصروھم فاعیذکم
باللہ ان تقتلوھم فخلوا بین
ھذا الرجل وبین ابن عمہ
یزید بن معاویۃ فلعمری
ان یزید لیرضی من طاعتکم
بدون قتل الحسینؑ قال
فرماہ شمر بن ذی الجوشن
بسھم وقال اسکت اسکت
اللہ نامتک ابرمتنا بکثرۃ
کلامک فقال لہ زھیر یا
ابن البوال علی عقبہ ما ایاک
اخاطب انما انت بھیمۃ
واللہ ما اظنک تحکم
من کتاب اللہ آیتین فابشر
بالخزی یوم القیامۃ

نہ ہٹیں گے جب تک کہ تمہارے سردار
(حسین) اور ان کے ساتھ والوں کو قتل نہ
کریں یا انہیں اور اُنکے اصحاب کو زندہ امیر ابن
زیاد کے پاس بھیجیں۔ زہیر نے اُن سے کہا
کہ اے بندگان خدا! اولاد فاطمہ زہرا امداد
و اعانت کی مستحق سمیہ کے فرزند سے
زیادہ ہے۔ اچھا اگر تم اُن کی مدد نہیں
بھی کرتے تو خدا کا واسطہ انہیں قتل تو
نہ کرو بلکہ ان کے معاملہ کو براہ راست
یزید پر چھوڑ دو۔ وہ اس قتل حسینؑ کے
بغیر بھی تم سے خوش رہ سکتا ہے۔ یہ سن کر
شمر بن ذی الجوشن نے انھیں ایک تیر لگایا
اور کہا چپ رہو، خدا تمہاری آواز بند
کرے، تم نے اپنے طول کلام سے ہمیں
پریشان کر دیا۔ زہیر نے کہا اے جاہل
اور وحشی کے بچے! میں تجھ سے بات
نہیں کر رہا ہوں۔ تو تو جانور ہے۔ بخدا
میرے خیال سے تجھے دو آیتیں بھی
قرآن کی یاد نہیں ہیں۔ تجھے روز قیامت

والعذاب الالیم فقال له شمر ان اللہ قاتلک و قاتل صاحبک عن ساعۃ قال افبالموت تخوفنی فواللہ الموت معہ احب الی من الخلد معکم قال ثم اقبل علی الناس رافعا صوتہ فقال عباد اللہ لا یغرنکم من دینکم ھذا الجلف الجافی واشباھہ فواللہ لا تنال شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوما ھرقوا دماء ذریتہ واھل بیتہ وقتلوا من نصرھم وذب عن حریمھم قال فناداہ رجل فقال لہ ان ابا عبد اللہ یقول لک اقبل فلعمری لئن کان مومن آل فرعون نصح لقومہ وابلغ فی الدعاء لقد نصحت

رسوائی اور عذاب کے سوا کچھ نہیں شمر نے کہا دیکھو ابھوڑی دیر میں اللہ تمہیں اور تمہارے سردار کو قتل کرا دے گا۔ انہوں نے کہا تو موت سے مجھے ڈراتا ہے بخدا ان کے ساتھ مرنا مجھے تم لوگوں کے ساتھ حیات جاودانی حاصل کرنے سے زیادہ پسند ہے اس کے بعد پھر وہ فوج کی طرف مخاطب ہوئے اور بلند آواز سے کہا اے بندگان خدا اپنے مذہب کے بارے میں اس جاہل احمق اور اس کے ایسے دوسرے لوگوں کے دھوکے میں نہ آؤ کبھی شفاعت محمد مصطفےٰ ان لوگوں کو نصیب نہیں ہو سکتی کہ جو ان کی اولاد اور اعزا کا خون بہائیں اور ان کے مددگاروں کو قتل کریں۔ زہیر اتنا کہہ چکے تو ایک شخص نے (اصحاب حسینؑ میں سے) پکار کے کہا کہ حضرت امام حسینؑ فرما رہے ہیں کہ بس چلے آؤ۔

لہؤلاء و ابلغت لو نفع النصح والابلاغ۔ — اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کی نصیحت کا حق ادا کر دیا اور پوری کوشش سے انہیں حق کی طرف دعوت دی تو یقیناً تم نے بھی انہیں نصیحت کر دی اور پوری کوشش صرف کر دی مگر نصیحت اور کوشش ہدایت کوئی فائدہ بھی تو رکھے۔

حُر کی تقریر

فوج عمر بن سعد سے حر بن یزید ریاحی نے جدا ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت جہاد حاصل کی اس کے بعد لشکر ابن زیاد کے سامنے جا کر تقریر کی۔ شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں:۔

فقال یا اھل الکوفۃ لامکم الھبل والعبر ادعوتم ھذا العبد الصالح حتی اذا جاءکم اسلمتموہ و زعمتم انکم قاتلوا انفسکم دونہ ثم عدوتم علیہ لتقتلوہ و امسکتم بنفسہ ولخذتم بکظمہ واحطتم بہ من کل جانب لتمنعوہ

انہوں نے کہا اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں! کیا غضب ہے کہ تم نے اس نیک کردار بزرگ کو دعوت دی جب وہ آ گئے تو تم نے اُن کو چھوڑ دیا اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا کہ تم اُن کے سامنے اپنی جانیں نثار کر دو گے پھر خود اُن ہی کے خلاف قتل کرنے کے لیئے دوڑ پڑے اور تم نے اُن کی سانس کا راستہ بند کر دیا، اُن کا گلا گھونٹ رکھا

التوجه في بلاد الله
العريضة فصار كالاسير
في ايديكم لايملك
لنفسه نفعا ولا يدفع
عنها ضرا وحلأتموه
ونساءه وصبيته واهله
عن ماء الفرات الجاري
يشربه اليهود والنصارى
والمجوس وتمرغ فيه خنازير
السواد وكلابه فها هم
قد صرعهم العطش بئس
ما خلفتم محمدا في
ذريته لا سقاكم الله
يوم الظماء فحمل عليه
رجال يرمونه بالنبل
فاقبل حتى وقف امام
الحسينؑ (ارشاد)

اور اُن کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے کہ انہیں
اللہ کی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف
جانے کا راستہ نہیں دیتے ہو۔ وہ
تمہارے ہاتھ میں مثل قیدی کے بے
بس ہو گئے ہیں کہ نہ اپنے نفع کا کوئی
سامان کر سکتے نہ ضرر کو دفع کر سکتے
ہیں اور تم نے انہیں، اُن کی عورتوں،
بچوں اور تمام اعزا کو روک رکھا ہے
اس بہتی فرات کے پانی سے جسے یہودی
عیسائی اور مجوسی اور عراق کے سور
اور کتے تک بھی پیتے اور لوٹتے ہیں
اب ان لوگوں کا یہ عالم ہے کہ پیاس
نے انہیں زمین پر ڈال دیا ہے۔ کیا بُرا
تم نے سلوک کیا ہے محمد مصطفےٰ کی اولاد
کے ساتھ۔ خدا کرے تمہیں قیامت کی
پیاس میں سیراب ہونا نصیب نہ ہو تقریر
یہاں تک پہنچی تھی کہ کچھ لوگوں نے ان
پر تیروں سے حملہ کر دیا۔ وہ وہاں سے ہٹ کر پھر امام کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔
طبری نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (جلد ۶ صفحہ ۲۴۵) اس میں اور

شیخ مفید علیہ الرحمہ کی روایت میں جزئی اختلافات ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) ارشاد میں ہے: ادعوتم هذا العبد الصالح حتی اذا جاءکم اسلمتموه

طبری میں ہے: ادعوتموه حتی اذا اتاکم اسلمتموه۔

---

(۲) ارشاد میں ہے: وامسکتم بنفسه۔

طبری میں ہے: امسکتم بنفسه (واو نہیں ہے)

(۳) ارشاد میں ہے: واحطتم به من کلّ جانب فمنعتموه التوجه فی بلاد الله العریضة فصار کالاسیر فی ایدیکم

طبری میں ہے: واحطتم به من کل جانب فمنعتموه التوجه فی بلاد الله العریضة حتی یأمن ویأمن اهل بیته واصبح فی ایدیکم کالاسیر۔

(۴) ارشاد: لا یملک لنفسه نفعا ولا یدفع عنها ضرا۔

طبری: لا یملک لنفسه نفعا ولا یدفع ضرا۔

(۵) ارشاد: وحلأتموه ونساءه وصبیته واهله عن ماء الفرات

طبری: وحلأتموه ونساءه واصبیته واصحابه عن ماء الفرات۔

(۶) ارشاد: الجاری یشربه الیهود والنصاری والمجوس۔

طبری: الجاری الذی یشربه الیهود والمجوس والنصرانی۔

(۷) ارشاد: فها هم قد

طبری: وها هم قد صرعهم

صرعهم العطش۔

العطش۔

(۸) ارشاد میں تقریر ختم ہوگئی ہے اس فقرہ پر کہ لا سقاکم اللہ یوم الظماء

طبری میں ہے۔ لا سقاکم اللہ یوم الظماء ان ادبرتم وادوا وتنازعوا عما انتم علیہ من یومکم هذا فی ساعتکم هذه۔

---

(۹) تقریر کے بعد ارشاد میں ہے:۔ فحمل علیہ رجال یرمونہ بالنبل۔ کچھ لوگوں نے تیروں سے حملہ کردیا۔

طبری میں ہے:۔ فحملت علیہ رجالۃ لہم ترمیہ بالنبل "فوج دشمن کے کچھ پیادوں نے تیر لگانا شروع کردیئے"۔

یہ تمام ایسے جزئی اختلافات ہیں کہ ان سے اصل معنی پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

حنظلہ بن اسعد کا مخاطبہ

حنظلہ بن اسعد شبامی حافظ قرآن مجید تھے۔ ان کا مخاطبہ بھی آیات قرآن ہی کے ساتھ تھا۔ طبری نے لکھا ہے:۔ (جلد ۶ ص ۲۵۴)

جاء حنظلة بن اسعد الشبامی فقام بین یدی الحسین فاخذ ینادی یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل دأب قوم نوح وعاد وثمود والذین

حنظلہ بن اسعد شبامی آئے اور امام کے سامنے کھڑے ہوئے اور پکار کر کہنے لگے (آیات قرآنی جن کا ترجمہ یہ ہے) اے قوم میں تمہارے لیے ڈرتا ہوں معتوب گروہوں کے انجام سے جیسے قوم نوح اور عاد و ثمود

من بعد هم وما الله يريد ظلما
للعباد ويا قوم انی اخاف عليكم
يوم التناد يوم تولون مدبرين
ما لكم من الله من عاصم ومن
يضلل الله فما له من هاد يا
قوم لا تقتلوا حسينا فيسحتكم
الله بعذاب وقد خاب من افترى
فقال له الحسين يا ابن اسعد ان
رحمك الله انهم قد استوجبوا
العذاب حين ردوا عليك ما
دعوتهم من الحق ونهضوا
اليك ليستبيحوا دم اصحابك
فكيف بهم الان وقد قتلوا
اخوانك الصالحين۔

اور جو ان کے بعد تھے اور اللہ بندوں پر
ظلم نہیں چاہتا اور اے قوم میں تمہارے
لئے ڈر رہا ہوں اور قیامت کے ہول سے
جس وقت تم بھاگ رہے ہو گے مگر خدا کے
عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جسے اللہ
گمراہ چھوڑ دے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا
نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد کہا اے قوم
حسینؑ کو قتل نہ کرو ورنہ اللہ تمہیں عذاب
کا مستوجب کر دے گا اور افترا پرداز ہمیشہ
ناکام رہتا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے
ابن اسعد! اللہ اپنی رحمت تمہارے شامل
حال کرے، عذاب کے مستحق تو یہ اسی وقت
ہو گئے کہ جب انہوں نے تمہاری دعوت
حق کو ٹھکرا دیا اور تمہارے خلاف اٹھ دوڑے
اس مقصد سے کہ تمہارا اور تمہارے اصحاب کا خون بہائیں۔ حالانکہ انہوں نے اب تو تمہارے
نیک بھائیوں کو قتل بھی کر دیا ہے۔

شہید کربلا کی آخری تقریر

یہ تقریر ایسے نازک موقع پر ہوئی تھی جب کسی دوسرے مقرر کی نہ زبان میں

طاقت ہو سکتی تھی، نہ دل میں کہ وہ اس وقت ایک جملہ بھی بطور تقریر کے کہہ سکے
یہ وہ موقع ہے جب مجاہد کربلا پشت فرس سے روئے زمین پر آئے آپ کا سینہ
دل پر تو سو ڈیڑھ سو داغ تھے ہی اب جسم پر سیکڑوں زخم بھی لگ چکے ہیں طبری
نے لکھا ہے :-

قال ابو مخنف حدثنی الصقعب
بن زهیر عن حمید بن مسلم
قال کانت علیہ جبۃ من خز
و کان معتما و کان مخضوبا بالوسمۃ
قال و سمعتہ یقول قبل ان یقتل
و هو یقاتل علی رجلیہ قتال
الفارس الشجاع یتقی الرمیۃ
و یفترص العورۃ و یشد علی
الخیل و هو یقول اعلی قتلی تحاثون
اما واللہ لا تقتلون بعدی
عبدا من عباد اللہ اللہ اسخط
علیکم بقتلہ منی وایم اللہ
انی لارجو ان یکرمنی اللہ بهوانکم
ثم ینتقم لی منکم من حیث
لا تشعرون اما واللہ ان لو

ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب
بن زہیر نے کہا حمید بن مسلم کی زبانی
(حمید سے کس نے بیان کیا؟ اس کا
ذکر نہیں ہوا ہے کیونکہ خود حمید واقعۂ
کربلا میں موجود نہ تھے) کہا راوی نے
کہ حضرت (روز عاشور) ایک خز کا
جبہ پہنے تھے اور عمامہ باندھے تھے
اور وسمہ کا خضاب لگا ہوا تھا کہا
میں نے سنا آپ کو کہ آپ شہید ہونے
کے قبل کہہ رہے تھے اس حالت میں
کہ جب پیادہ پا ایک نہایت بہادر شہسوار
کی طرح جنگ کر رہے تھے حربوں کو
بچاتے تھے اور دشمن پر ہر مناسب موقع
پہ وار بھی کرتے تھے اور سواروں پر حملہ آور
ہوتے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "تم میرے

قد قتلتموني لقد القى الله
باسكم بينكم وسفك دمائكم
ثم لا يرضى بذلك حتى
يضاعف لكم العذاب الاليم

قتل پر باہم ایک دوسرے کو ترغیب دے
رہے ہو؟! بخدا مجھ سے بڑھ کر کوئی
ایسا نہ ہوگا جس کے قتل کرنے پر اللہ ناراض
ہو۔ بخدا میں امید کرتا ہوں کہ تمہاری
اس تذلیل و توہین کی بدولت خدا مجھے عزت دے گا پھر تم سے میرا بدلا لے گا
اس طرح کہ تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔ بخدا جب تم مجھے قتل کر لو گے تو خود تم میں پھوٹ
پڑ جائے گی اور تم میں خونریزی ہوگی۔ پھر اتنا ہی نہیں بلکہ عذاب دردناک
آخرت کا بھی سامنے آئے گا۔

کربلا کے بعد مستقبل نے حضرت امام حسینؑ کے ایک ایک حرف کی تصدیق
کر دیا۔

علی نقی النقوی

مرکز احیاء آثار برّ صغیر
MAAB 1431
maablib.org

سلام علیکم

آپ کا امامیہ مشن لکھنؤ ۱۹۳۲ء سے قلمی جہاد کر رہا ہے۔ تقریباً ۵۰۰ کتابیں ہر موضوع پر ہر مذہب کے مستند علما اور اہل قلم کی چھاپ چکا ہے کچھ کتابوں کا ترجمہ دس زبانوں میں ہوا ہے۔ مشن میں تازہ روح ڈالی جا رہی ہے تقریباً ۶۰۰ نئی اور پرانی کتابیں شائع کرنا ہیں۔ آفسٹ چھپائی مشین خریدنا ہے ۳۰ قرآن کے پاروں کا ترجمہ چھاپنا ہے کتابیں رکھنے کے لئے لوہے کی الماریاں بنوانا ہیں کتابوں کی جلد بندی ہوتا ہے دفتر کی اشاعت بڑھانا ہے وغیرہ وغیرہ ان واجبی تبلیغی کاموں کے لئے لاکھوں روپیہ کی ضرورت ہے۔ آپ سے التدعا ہے کہ مشن کی کوئی ایک کتاب یا کتابچہ اپنے کسی مرحوم عزیز کے ثواب کے لئے چھپوا دیں جس میں مرحوم کا نام مرحوم کا فوٹو ہو گا سورۂ فاتحہ کی التجا اور چھپوانے والے کا نام تحریر کیا جائے گا۔ ۱۶۰ صفحہ کے ایک ہزار کتابچوں پر آٹھ سو روپیہ ۳۲ صفحہ پر ۱۵۰۰ سو اور ۶۴ صفحات پر ڈھائی ہزار روپیہ خرچ ہوں گے۔ ان حساب سے ضخیم کتابوں پر خرچ ہو گا۔ یہ کتابیں غیر مسلمین کو مفت تقسیم ہوتی ہیں جن کو پڑھ کر وہ دین حق قبول کرتے ہیں اقوام عالم اپنے مذہب کی تبلیغ پر روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں دین حق کے لئے آپ بھی امکانی امداد فرماتے رہیے اور دوسروں کو متوجہ کیجیے۔ کام شروع ہو چکا ہے

کتابیں کتابچے چھپ چکے ہیں ترجمے بھی ہو رہے ہیں کچھ اور کتابیں پریس جانے والی اور کچھ پریس سے آنے والی ہیں۔

امداد کے طریقے:۔ رقوم سہم امام، فطرہ، امام ضامن، چرم قربانی، خمس و زکوٰۃ، نذر، مجالس و محافل میں مشن کے رسالے بطور تبرک اور خوشی کے موقعوں پر بطور انعام و تحفہ دیجیے۔ مشن علاوہ جمعہ کے ہر دن ۱۲ سے ۴ بجے دن میں کھلتا ہے۔ فیس ممبری عمومی ۲۵ روپیہ سالانہ محرم سے ذی الحجہ تک ۳۵ روپیہ کی مشن کی کتابیں مفت زیادہ خریدنے پر ۲۰ فیصد رعایت دائمی ممبر ایک ہزار روپیہ یکمشت یا دس قسطوں میں ۱۰۰ روپیہ کی مشنی کتابیں مفت زیادہ لینے پر ۲۰ فیصد کی چھوٹ اور ممبری کے بعد سے تاحیات ہر چھپنے والی کتاب مفت۔ محسن مشن ۵ ہزار مربی مشن دس ہزار روپیہ یکمشت یا ۲۰ قسطوں میں۔ ہر موجودہ کتاب اور تاحیات ممبر ہر شائع ہونے والی کتاب مفت دی جائے گی۔

آپ کا مشن برابر ترقی کر رہا ہے نئے ممبر بنانے کے لیے ۴ نام و پتہ روانہ کیجیے اگر سالانہ چندہ نہ بھیجا ہو تو روانہ کیجیے۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح خود مدد کیجیے دوسروں کو توجہ دلائیے